ہفت روزہ

۱۶ مارچ ۱۹۹۲ء

ندائے خلافت

لاہور

تحریکِ خلافت پاکستان کا ہدف
مجذوب کی بڑ نہیں، زمینی
حقائق کی روشنی میں مقرر کیا گیا ہے
(پہلے ملک گیر کنونشن کی رُوداد)

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے
مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیرِ اہتمام پہلے انگریزی محاضرات میں
نومسلم دانشور چارلس گے ایٹن
(جناب حسن عبد الحکیم)
کے ایمان افروز لیکچر

جام ٹوٹ گیا
تو اس کی کرچیوں پر کیسی
کیسی کہانیاں ثبت ملی ہیں
(تراشے)

پانچواں سبق

قرآن مجید اور رمضان المبارک

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو تمام انسانوں کے لئے سرچشمہ ء ہدایت و رہنمائی ہے۔ مزید براں اس کی حیثیت مینارہ نور کی ہے جس کی روشنی میں انسان حق اور باطل میں بآسانی فرق کر سکتا ہے ۔ پس تم میں سے جو کوئی اس مہینے کو پائے اسے چاہئے کہ اس میں روزے رکھے۔ انسان اس اعتبار سے تمام مخلوقات میں منفرد حیثیت رکھتا ہے کہ اس میں دو متضاد وجود جمع کر دیئے گئے ہیں۔ ایک طرف حیوانی وجود ہے جس کا نمائندہ نفس ہے اور دوسرا روحانی وجود ہے جس کی نمائندگی روح ربانی کرتی ہے۔ حیوانی وجود کی تخلیق زمینی مٹی سے ہوئی ہے اور اس کے تمام تقاضوں کی تسکین کا سامان بھی اسی زمین کے پیٹ سے پیدا ہونے والی اشیاء کے ذریعے کیا گیا ہے جب کہ روح کا تعلق اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ہے اور اس کی ضروریات کا اہتمام بھی عالم بالا سے کلام اللہ کی صورت میں مہیا کیا گیا ہے۔

انسان عموما اپنے نفس کے تقاضوں کو پورا کرنے میں اپنے تمام وسائل کو استعمال کرتا ہے اور روح کی ضروریات کو نظر انداز کر جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسانی نفس تو خوب طاقتور ہو کر جسم انسانی پر غالب ہو جاتا ہے اور روح بیچاری کمزور اور ناتواں اور بے بس ہو کر رہ جاتی ہے۔ نفس امارہ کے غلبے کے باعث انسان دو ٹانگوں پر چلنے والا ایک حیوان بن کر رہ جاتا ہے بلکہ اس سے بھی بدتر۔ وہ اپنے سفلی جذبات کی تسکین کے لئے کسی ضابطے یا قانون کا پابند نہیں رہتا۔ جہاں جب اور جو تقاضہ بھی نفس کی جانب سے ابھرتا ہے انسان ایک وفادار غلام کی مانند اسے پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے بغیر یہ دیکھے کہ یہ تقاضہ صحیح ہے یا غلط' اور اسے پورا کرنے کا طریقہ جائز ہے یا حرام۔ گویا نفس امارہ اللہ کے مقابلے میں انسان کا معبود بن جاتا ہے جس کی وہ پرستش کرتا ہے۔ پھر صورت یہ ہو جاتی ہے کہ انسان نیکی کرنا چاہتا ہے لیکن نہیں کرپاتا۔

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

اس قسم کے مریض انسانوں کے لئے رمضان کے روزے اور قرآن مجید پیغام شفاء بن کر سامنے آتے ہیں۔ دن میں روزہ رکھ کر ایک طرف انسان اپنے نفس کے منہ زور گھوڑے کو اس طرح لگام دیتا ہے کہ ناجائز اور حرام تقاضے تو کجا ایک مخصوص وقت کے لئے جائز اور حلال تقاضوں کو پورا کرنے پر بھی پابندی لگاتا ہے اور دوسری جانب اپنے مالک حقیقی سے اس درجے قریب ہو جاتا ہے کہ اپنے نفس کے شدید ترین تقاضے کو بہترین صورت میں پورا کرنے پر قادر ہونے کے باوجود محض اپنے رب کی نافرمانی کے خوف سے باز رہتا ہے۔ اس طرح جب نفس کی خواہشات پوری نہیں ہوتیں تو انسان پر اس کی گرفت کمزور پڑتی ہے۔ یہ وقت ہے کہ اب نفس کے مقابلے میں روح کو قوی بنانے کے لئے اس کی غذا کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ نماز تراویح میں قرآن مجید کا ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جانا درحقیقت روح کی تقویت کا ذریعہ بنتا ہے۔ اور اگر ہم عجمی لوگ محض تلاوت سے بڑھ کر اس کے ترجے اور مختصر تشریح کا بھی اہتمام کر سکیں تو یہ یقینا ہماری روح کی بھرپور تسکین' ہمارے جسم پر اس کی حکمرانی اور نفس کو قابو میں رکھنے کا بہترین ذریعہ بن سکے گا۔ رمضان المبارک اور قرآن مجید کا یہ دوہرا پروگرام ہے جس کی غرض و غایت انسان کو اس کے نفس کی غلامی سے نجات دلا کر روح ربانی کی رہنمائی میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بندگی و پرستش پر آمادہ کرنا ہے۔ دیکھئے اپنے قریبی ماحول میں کہیں تراویح کے ساتھ یا علیحدہ قرآن مجید کو سمجھنے کا بھی کوئی پروگرام ہو رہا ہے اس میں شرکت کا اہتمام کیجئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل بشارتوں کے کے مستحق بنئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے ۔ (یعنی اس بندے کی جو دن میں روزے رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور کھڑے ہو کر اس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سنے گا) روزہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما اور قرآن کہے گا کہ : میں نے اس کو رات کو سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا' خداوند آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما ۔ چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول کی جائے گی (اور اس کے لئے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائے گا)۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

جس نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے اور جو رمضان (کی راتوں) میں کھڑا رہا (قرآن سننے اور سنانے کے لئے) ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ اس کی بھی سابقہ تمام خطائیں بخش دی گئیں۔ (بخاریؒ و مسلمؒ عن ابی ہریرہؓ)

تا خلافت کی بِنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریکِ خلافتِ پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور

جلد ۱ شمارہ ۸

۱۰ تا ۱۶ مارچ ۱۹۹۲ء

مدیر
اقتدار احمد

معاون مدیر
حافظ عاکف سعید

یکے از مطبوعات
تنظیمِ اسلامی
مرکزی دفتر: ۶۷-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور
مقامِ اشاعت
۳۶-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون:- ۸۵۶۰۰۳

پبلشر: اقتدار احمد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

قیمت فی پرچہ -/۳ روپے

سالانہ زرِ تعاون (اندرونِ پاکستان) -/۱۲۰ روپے

زرِ تعاون برائے بیرونِ پاکستان
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت ---- ۱۶ امریکی ڈالر
مسقط، عمان، بنگلہ دیش ---- ۱۲ " "
افریقہ، ایشیا، یورپ ---- ۱۷ " "
شمالی امریکہ، آسٹریلیا ---- ۲۰ " "

افتتاحیہ

’ اس کی امیدیں قلیل ‘ اس کے مقاصد جلیل ‘

تحریک خلافت پاکستان اپنے داعی کی چھ ماہ کے عرصے پر پھیلی ہوئی تگ و تاز اور ان کے حلقہ مشاورت کے طویل اور گہرے غور و فکر کے بعد ۳ر مارچ کو تنظیم کے مرحلے میں داخل ہوگئی ہے۔ بسم اللہ مجریہا و مرسہا۔ تحریک کی قرار داد تاسیس اور قواعد و ضوابط اب جلد ہی منظر عام پر آجائیں گے اور ظاہر ہے کہ سب سے پہلے "ندائے خلافت" میں شائع ہوں گے۔ قواعد و ضوابط میں جس حکمت عملی اور بالغ نظری کا ثبوت دیا گیا ہے اس پر کچھ کہنا قبل از وقت ہے۔ وہ مرتب و مدون شکل میں سامنے آئیں گے تو خود ہی اپنی کار کشائی و کار آفرینی اور تدبیر و تاثیر کا منہ بولتا ثبوت ہوں گے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ البتہ قرار داد تاسیس میں تحریک کے جو اہداف مقرر کئے گئے ہیں‘ وہ مختصر ہونے کے ساتھ سادہ بھی ہیں اور سہل بھی۔ جماعتیں بنانے اور تحریکیں اٹھانے کی معلوم تاریخ میں شاید ہی کبھی بڑے بول بولنے سے اس درجہ اجتناب برتا گیا ہو!

تحریک نظام خلافت کا پرچم لے کے اٹھی ہے اور اس کا میدان کار یہی وطن عزیز ہے۔ لیکن خلافت علیٰ منہاج النبوۃ پندرہ صدیوں کے فصل کے بعد ملک خداداد پاکستان میں جلوہ افروز ہوئی تو اس کے خدو خال کیا ہوں گے ؟۔ اس حسین خواب کی تعبیر کے لئے کیا الفاظ بھی تلاش کئے جاسکتے ہیں؟۔ کوئی ہوشیار بازی گر خلافت کے تقدس کے ہالے میں مسلمانوں کے لئے ایک نیا دام فریب بچھانے میں کامیاب ہوگیا تو اسے پہچاننے میں یہ سادہ لوح غلطی تو نہیں کریں گے؟۔ خلافت محض نیک تمناؤں اور لوگوں کی بھیڑ جمع کر کے بلند بانگ نعروں سے ہی قائم ہوجائے گی یا اس کے لئے باطل نظامہائے زندگی سے مستعار لئے ہوئے مفاسد کے اس ملغوبہ نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہوگا جو اپنا حلیہ تو بدلتا رہتا ہے لیکن ہماری قومی زندگی کو اپنے تسلط سے آزاد کرنے پر کسی طور آمادہ نہیں ؟۔ نظام خلافت ہماری اجتماعیت کا عنوان تو ہے لیکن کیا ہماری انفرادی زندگی میں اس کا کوئی عکس نہیں ہونا چاہیے؟۔ ان سوالات کے جواب دینا‘ ان جوابات کو وسیع پیمانے پر نشرو اشاعت کے ذریعے مسلمانوں کے شعور میں رچابسا دینا اور ان میں اس شعور کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے کی زندہ و پائندہ خواہش پیدا کردینا تحریک خلافت پاکستان کے اہداف ہیں۔ ان اہداف کے حصول ہی میں معاونین تحریک خلافت کمر ہمت کس کر متحرک ہوجائیں تو فطری انداز میں آپ سے آپ ایک تحریک برپا ہوجائے گی جبکہ مصنوعی حربے آزما کر دھوم دھڑکے سے کھڑی کی جانے والی تحریکیں بہت جلد جھاگ کی طرح بیٹھ جاتی ہیں اور اس کی متعدد مثالیں خود پاکستان کی ۴۵ سالہ تاریخ سے پیش کی جاسکتی ہیں۔

اس کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی تحریک خلافت پاکستان سے امیدیں قلیل ہیں جبکہ ان کی عمر بھر کی محنت شاقہ کے مقاصد کے بارے میں یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ ہمیشہ بہت جلیل تھے اور اب بھی ہیں۔ وہ اظہار دین الحق علیٰ الدین کلہ اور اعلائے کلمۃ اللہ سے کم کسی مشن یا اس کی جدوجہد میں کام آجانے سے کمتر کسی پروگرام کو اپنی زندگی کا عنوان بنانے پر تیار نہیں--- اور یہ سعادت خدائے بخشندہ نے ہی انہیں بخشی ہے کہ اپنے دین کی خدمت کے لئے پسند فرما لیا--- وہ تجدید ایمان‘ توبہ اور تجدید عہد کی منادی اور رجوع الی القرآن کی دعوت کی بنیاد پر جس کے لئے مادی وسائل "مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور" نے فراہم کئے‘ ایک انقلابی جماعت "تنظیم اسلامی" کے نام سے تیار کررہے ہیں جو اپنے معاونین اب تحریک خلافت پاکستان میں تلاش کرے گی۔ ان میں سے جن معاونین میں تحریک خلافت نے اس خدائی نظام عدل اجتماعی کا شعور پیدا کر کے جسے نظام خلافت کا نام دیا جاتا ہے‘ طلب کا جذبہ اس حد تک پیدا کردیا کہ جان و مال کا کھپا دینا نفع کا سودا نظر آنے لگے وہ اقامت دین کی انقلابی جدوجہد کے لئے آخر کہاں جائیں گے --- جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے --- انہیں تنظیم اسلامی ہی میں پہنچ کر ان شاء اللہ محسوس ہوگا کہ جا ایں جاست۔

○○

الہدیٰ

ترجمانی : حافظ عاکف سعید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا'

(کہ خواہ کوئی شخص اس رائے کو صحیح سمجھتا ہو کہ ماہ رمضان المبارک میں قرآن حکیم کو لوح محفوظ سے سماء دنیا تک اتارا گیا تھا یا کوئی اس رائے کو زیادہ مضبوط اور معتبر جانتا ہو کہ اس ماہ مبارک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول قرآن کا آغاز ہوا تھا' بہرصورت یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اس ماہ مبارک کی فضیلت کی واحد بنیاد قرآن حکیم ہی ہے۔ یہاں یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ روزے کی عبادت کو قرآن حکیم کے ساتھ کوئی خصوصی معنوی نسبت بھی حاصل ہے۔ چنانچہ رمضان المبارک کی راتوں میں تراویح کا اہتمام اور رات کا اکثر حصہ قرآن حکیم کے ساتھ بسر کرنے کی نبویؐ تلقین دراصل روزے اور رمضان کے اسی تعلق کے مظاہر ہیں۔)

ہدایت ہے لوگوں کے لئے' اور روشن دلیلیں ہیں راہ پانے کی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی'

(یہ قرآن پوری نوع انسانی کے لئے ہدایت بن کر نازل ہوا ہے۔ اور ہدایت ہی دراصل وہ شے ہے جس کا انسان سب سے بڑھ کر ضرورت مند اور محتاج ہے۔ اس لئے کہ اس کی ابدی زندگی کی صلاح و فلاح کا تمام تر دار و مدار ہدایت پر ہی ہے۔ اس کتاب مبین کی ہدایت محض دانشوروں' فلسفیوں یا حکیموں ہی پر منکشف نہیں ہوتی بلکہ یہ اس کتاب کا اعجاز ہے کہ ہر خاص و عام اس کی ہدایت سے بہ آسانی اور بہ سہولت فائدہ اٹھا سکتا ہے اور ہر علمی و ذہنی سطح کے حامل شخص کے لئے اس کی علمی پیاس کی تسکین اور رہنمائی کا وافر سامان اس میں موجود ہے۔ پھر یہ کہ ہدایت کی سوغات اس کتاب میں گنجلک اور مبہم انداز میں مخفی نہیں رکھی گئی بلکہ یہ کتاب درحقیقت ہدایت کی روشن و تابناک دلیلوں اور حق و باطل سے جدا کرنے والے واضح دلائل پر مشتمل ہے)

سو جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پائے تو ضرور روزے رکھے اس کے' اور جو بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرلے!

(رمضان اور قرآن کے تعلق کو واضح فرمانے کے بعد فرضیت صیام کے حکم کا اعلان کر دیا گیا کہ جو کوئی بھی تم میں سے اس مبارک مہینے کو پائے تو اس پر فرض ہے کہ پورے ماہ روزے کا التزام کرے۔ ہاں مریض اور مسافر کے لئے اس رعایت کو برقرار رکھا گیا کہ وہ مذکورہ بالا عذرات کے باعث اگر ماہ رمضان میں روزے نہ رکھ سکیں تو بعد میں روزے رکھ کر تعداد کو پورا کریں)

اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے تم پر سختی نہیں کرنا چاہتا'

(کہ مریض اور مسافر کے لئے اس رعایت سے مقصود دراصل تمہیں سہولت فراہم کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ انسان پر اس کی وسعت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ ہاں تم خود اپنے آپ کو مشقت میں ڈالو اور اس رعایت سے فائدہ نہ اٹھاؤ تو اس کی ذمہ داری تمہی پر آئے گی۔)

اور تاکہ تم تعداد پوری کرو' اور اللہ نے جو ہدایت تمہیں بخشی ہے اس پر اس کی تکبیر کرو اور تاکہ تم اس کے شکر گزار بنو○

(کہ روزے کے ثواب میں برابر کا حصہ پانے کے لئے تعداد بہرطور پوری کرنی ہوگی۔ اور جان لو کہ روزہ رکھنے سے ہی تمہاری روح کو بالیدگی حاصل ہوگی اور اس میں حیات تازہ پیدا ہوگی جن کے نتیجے میں نہ صرف کہ تم قرآن حکیم کی قدر دانی بہتر طور پر کرسکو گے' بلکہ اس ہدایت عظمیٰ پر تم دل و دماغ کی شہادت کے ساتھ اللہ کی بڑائی اور تکبیر کرسکو گے اور اس احسان عظیم پر اللہ کے شکر و امتنان کے جذبات بھی تمہارے قلب کی گہرائیوں سے پھوٹیں گے)

(سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۸۵)

جام ٹوٹ گیا تو...

اس کی کرچیوں پر کیسی کیسی کہانیاں ثبت ملی ہیں

وزیر اعلیٰ سندھ جام صادق علی اپنے اعمال کا زاد راہ لے کر اس منزل کی طرف روانہ ہو چکے ہیں جس میں ابدی راحت ہے یا عذاب الیم۔ وہ ملک خداداد میں سیاسی عمل کی راہ کو خار زار بنانے پر یا سندھ کی خدمت کے عوض بھی تاریخ کے دربار وطن میں آنے پر یا اپنی سزا کو پہنچیں گے یا اپنی جزا لے جائیں گے۔ ہم نے ان کی سیاست سے ہمیشہ اختلاف کیا کہ ہمارے نزدیک وہ اسلام آباد کی اعلیٰ ترین شخصیت کے اشاروں پر ناچنے والی کٹھ پتلی کا کردار ادا کرتے رہے جس کی نجی پسند و ناپسند ملکی سیاست کا اہم عنصر بن گئی ہے تاہم ذاتی طور پر ان کے مد مقابل ہم بہرحال نہیں تھے کہ موجودہ سیاست کے گندے کھیل سے ہمارا اجتناب ظاہر و باہر ہے۔ ذیل میں ان کے انتقال کے تیسرے دن روز نامہ نوائے وقت لاہور میں شائع ہونے والے ایک خاکے کو شائع کر کے جسے ایک خبر کے طور پر دیا گیا تھا' ہم ملکی سیاست کے ایک اہم سنگ میل کو اپنے صفحات میں محفوظ کر لینا چاہتے ہیں جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا تھا قمار خانہ اور ان کے شاگردوں نے سنڈاس میں بدل کے چھوڑا۔ باکس میں ایک اور تراشہ بھی اسی روز کے نوائے وقت میں ایک دوسری خبر کے طور پر نمایاں تھا ----- مدیر

سندھ کے مرحوم وزیراعلیٰ جام صادق ایک مخصوص پہلو سے جانچے جانے پر یقیناً ایک چھوٹے "میکاوَلی" اقتدار کے پجاری' احسان فراموش' فائدہ پہنچانے والوں کو فریب دینے والے اور حالات کے تقاضوں پر پرانے حلیفوں کو چھوڑنے والی شخصیت دکھائی دیتے تھے لیکن جو لوگ انہیں قریب سے جانتے ہیں' وہ انہیں کئی رخی شخصیت اور تضادات کی مثال کے طور پر پیش کریں گے۔ جام صادق بیک وقت گرم مزاج' تندخو' سنگدل' بے رحم' فراخدل ' منکسر المزاج' تحکمانہ اور معاف کرنے والے شخص نظر آتے تھے۔

ان سے ۱۹۸۰ء میں لندن میں اس وقت ملاقات ہوئی جب وہ جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان دنوں ہر جلا وطن پاکستانی باشندے کے ٹھکانے پر جام صادق کی باتیں ہوتی تھیں۔ سازشی کی حیثیت سے ان کی شہرت ہر جگہ تھی اور یہی سمجھا جاتا تھا کہ جام صادق ۱۹۷۷ء میں مارشل لاء کے نفاذ کے بعد سندھ کے فوجی حاکم کو دو کروڑ روپے دے کر "بحفاظت" لندن پہنچنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ یہ افواہیں بھی تھیں کہ انہوں نے لندن آمد سے پہلے متحدہ عرب امارات اور شام سے ذوالفقار علی بھٹو کے نام پر کروڑوں کی رقم اکٹھی کی جب کہ سکینڈل بازوں کو شبہ تھا کہ جام صادق یہ احساس ہونے پر کہ "علیحدگی پسندی" ہی کھیل کا نیا نام ہے' اب بھارت کے ساتھ گٹھ جوڑ کے لئے کوشاں ہیں۔ جام صادق کے بارے میں یہ شہرت صرف ان کی لندن میں موجودگی کے دوران ہی نہیں تھی بلکہ جب وہ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں جتوئی کی سندھ کابینہ میں وزیر بلدیات تھے تو اس وقت بھی ان کے بارے میں ایسی کہانیاں بنائی جاتی تھیں۔

جام صادق کراچی کی سرکاری اراضی کی الاٹمنٹ کے سلسلہ میں بھی بڑے بدنام تھے اور کہا جاتا تھا کہ اگر کوئی بدقسمت ان کی کار روک کر کسی باقاعدہ درخواست کے بغیر ہی کوئی پلاٹ مانگے تو جام صادق موقع پر ہی سگریٹ کی ڈبیہ کے ٹکڑے پر پلاٹ کی منظوری دے دیں گے۔ جام صادق کے بارے میں یہ لطیفہ بھی مشہور ہے کہ کراچی میں ان کی جانب سے پلاٹوں کی آزادانہ تقسیم پر اس وقت کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے ان سے یہ "درخواست" کی تھی کہ "جام! کراچی کی دو چیزیں چھوڑ دینا' ایک مزار قائد اعظم اور دوسرا ۷۰۔ کلفٹن والا میرا گھر"

جام صادق نے سیاست کی خاطر پیر پگاڑا کو چھوڑ کر پیپلزپارٹی میں شمولیت اختیار کی تھی لیکن جام صادق پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے بھٹو کی خوشنودی کے لئے اپنے مرشد اور روحانی رہنما پیر پگاڑو کے چھ سرکردہ نائبین کو قتل کر دیا کیونکہ بھٹو مرحوم پیر پگاڑو سے شدید نفرت کرتے تھے۔ لندن کی کہانیوں کے برعکس جام صادق وہاں زندگی آرام سے گزارتے نظر نہیں آتے تھے کیونکہ وقفوں سے ان کا فون بل کی عدم ادائیگی کے باعث کٹ جاتا تھا۔ جام صادق کے گھر میں ہر وقت کم از کم بیس مستقل مہمان موجود ہوتے تھے۔ وہ مقابلتاً اپنی "غربت" کے زمانہ میں بھی شاہ خرچ رہے اور سینکڑوں افراد ان کے پاس کھانا کھاتے تھے۔ جام صادق کی شاہ خرچی اس لئے تھی کہ وہ نواب کمبو خان کے صاحبزادے تھے جن کی شخصیت ایسی تھی کہ جب انہیں دولت کا کوئی مصرف نظر نہ آتا تو وہ نوٹ دبا دیتے تھے۔

جام صادق کے والد اس کے ساتھ ہی ایسے صوفی بھی تھے جو اپنی وراثتی زمینوں کی دیکھ بھال کی بجائے شاہ عبداللطیف بھٹائی" کی شاعری سننے کو ترجیح دیتے تھے۔ اگر سندھ میں کوئی سخی نظر آتا تو اس سے استفسار کیا جاتا کہ آیا تم کمبوخان کے بیٹے ہو۔ جام صادق کو صوفیانہ پن اپنے والد سے ہی وراثت میں ملا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ بے حد وہمی اور سنگدلانہ ذہن بھی رکھتے تھے۔ جام صادق کا دوستوں سے رویہ بالکل والد جیسا ہوتا اور دشمنوں کے لئے وہ انتہائی سخت گیر تھے۔ محمد خان جونیجو نے جام صادق کو دوبار سندھ کا وزیراعلیٰ بننے کے لئے کہا۔

جونیجو نے اپنے سیاسی کیریر کا آغاز سانگھڑ سے اس وقت کیا جب صادق کو عمر کی شرط پوری ہونے کے باوجود ڈسٹرکٹ کونسل کے انتخابات میں حصہ لینے کے سلسلہ میں نااہل قرار دیا گیا۔ جام

صادق نے اپنے دوست جونیجو کو یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ وہ بھٹو کے وفادار ہیں۔ یہ بھٹو سے ان کی وفاداری ہی تھی جس کی وجہ سے انہوں نے لندن میں جلا وطن پاکستانیوں کی مدد کی اور انہوں نے ان پاکستانیوں کا بوجھ بھی خود اٹھا لیا۔ اس کے بعد جام صادق کی تنگ دستی کے زمانے میں بی سی سی آئی کے بانی آغا حسن عابدی نے جام صادق کو شاندار مکان کے ساتھ ماہوار الاؤنس دیا۔ جام صادق اس وجہ سے باقی تمام زندگی آغا حسن عابدی کے ممنون رہے۔ جب بی سی سی آئی دیوالیہ ہوا تو جام صادق کراچی میں بیمار آغا حسن عابدی سے روزانہ ملنے جاتے۔ جب آغا حسن عابدی کو امریکیوں کے مطالبہ پر ان کے حوالے کئے جانے کی باتیں ہو رہی تھیں تو جام صادق نے واشگاف الفاظ میں کہا "میری زندگی میں عابدی صاحب کو پاکستان سے باہر لے جانے کی کوئی جرات نہیں کر سکتا"

جام صادق نے پیپلزپارٹی سے وفاداری جس طرح نبھائی اس کے پیش نظر توقع یہ تھی کہ پاکستان واپسی پر انہیں سندھ کا وزیراعلیٰ بنایا جائے گا لیکن اس کے برعکس پیپلزپارٹی کی قیادت نے کسی جائز اور واضح وجہ کے بغیر مختلف فیصلہ کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جام صادق جس عہدہ کے مستحق ہیں' مسز بے نظیر بھٹو انہیں اس لئے وہ عہدہ نہیں دے سکتیں کیونکہ فوج جام صادق کے خلاف ہے۔ فوجی ایجنسیوں کی جانب سے انہیں بھارتی ایجنٹ قرار دیا گیا تھا تاہم مسز بے نظیر بھٹو نے جام صادق کو کوئی خصوصی فرائض سونپے بغیر متعدد خصوصی معاونین میں سے ایک معاون مقرر کیا۔ ہو سکتا ہے کہ جام صادق اس پر مطمئن ہو جاتے لیکن مسز بے نظیر بھٹو نے سندھ حکومت میں ان کے صاحبزادے جام معشوق کو شامل نہ کیا۔ اس کے علاوہ ایک اور واقعہ نے بھی جام صادق کو مسز بے نظیر بھٹو اور ان کی پارٹی سے متنفر کر دیا۔ جام صادق کا کہنا ہے کہ ایک روز وہ قومی اسمبلی میں وزیراعظم بے نظیر بھٹو کے دفتر کے باہر بیٹھے تھے کہ مسز بے نظیر بھٹو کی ذاتی معاون مس ناہید نے ان سے کہا "جام صادق! آپ روزانہ ہی یہاں کیوں آ جاتے ہیں"۔ جام صادق نے اس کے اس فقرے پر اپنی تذلیل محسوس کی اور "متبادل" سوچنا شروع کر دیا خصوصاً اس وقت جب ان کی تیز سیاسی بصیرت نے انہیں یہ بتایا کہ بے نظیر کی حکومت برقرار نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ جام صادق نے پینترا بدلنے کے لئے پہلے اپنے ابتدائی محسن پیرپگاڑو کے ساتھ اختلافات دور کئے۔

پیرپگاڑو خود بھی یہ محسوس کر رہے تھے کہ ان کے مخالفین جام صادق کو قتل کر کے اس کا الزام ان پر لگا سکتے ہیں۔ چنانچہ پیرپگاڑا اور جام صادق نے چھ حروں کے قتل کا مسئلہ قبائلی مصالحت کے طریق کار کے تحت حل کر لیا۔ جام صادق نے جس دوسرے شخص کے پاس جانا شروع کیا وہ غلام اسحاق تھے۔ یہ بات چند ہی افراد جانتے ہیں کہ یہ غلام اسحاق خان ہی تھے جنہوں نے جام صادق کو بحفاظت لندن پہنچنے میں مدد کی۔ غلام اسحاق اس وقت سٹیٹ بنک کے گورنر تھے۔ یقیناً آغا حسن عابدی بھی ان کے درمیان ایک رابطہ تھے۔ ادھر نواز شریف نے بھی جام صادق کو پسند کرنا شروع کر دیا۔ نواز شریف کے ساتھ جام صادق کی پہلی ملاقات لاہور کے ہوائی اڈے پر اس وقت ہوئی جب "وزیراعلیٰ پنجاب" نے وزیراعظم بے نظیر کے ساتھ اختلافی بحث کے بعد ان کا استقبال کرنے کا فیصلہ کیا۔ پیپلزپارٹی کے "جیالوں" نے نواز شریف کا تمسخر اڑایا لیکن جام صادق نواز شریف کے پاس گئے اور کہا "میں اپنی وزیراعظم اور لیڈر کے استقبال کے لئے آنے پر آپ کا واقعی بڑا ممنون اور شکر گزار ہوں"

جام صادق نے جس دوسری شخصیت سے تعلقات پیدا کئے وہ ملتان کے بااختیار کور کمانڈر حمید گل کی تھی جن کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ آئی ایس آئی کے سربراہ کی حیثیت سے آئی جے آئی کے بانی اور پیپلزپارٹی کی مخالف حکمت عملی کے استاد ہیں۔ جام صادق جنرل حمید کے پاس ان کی صاحبزادی کے انتقال پر تعزیت کرنے گئے۔ پیر

جام کا تحریری بیان جو موت سے پہلے غائب ہو گیا

وزیر اعلیٰ سندھ جام صادق علی کے انتقال پر جدہ میں تارکین وطن نے رنج و غم کا اظہار کیا۔ مختلف الخیال تارکین وطن نے نمائندہ نوائے وقت سے بات چیت کرتے ہوئے پیشین گوئی کی ہے کہ جام صادق علی کے انتقال کے بعد سندھ میں نئی سیاسی کشمکش شروع ہو جائے گی۔ تارکین وطن نے اس امر پر سخت اظہار افسوس کیا ہے کہ سیاسی شعبدہ باز سخت بیماری میں مبتلا وزیراعلیٰ کو ان کے انتقال سے چند گھنٹے قبل تک صرف اپنی سیاسی دکان چمکانے کے لئے ایک صحت مند محض قرار دیتے رہے۔

جدہ میں موجود جام خاندان کے ایک دیرینہ دوست اور قریبی رشتہ دار نے جو اپنا نام نہیں ظاہر کرنا چاہتے' نوائے وقت کو بتایا کہ کچھ پس پردہ طاقتیں جام صادق علی سے اپنے ارادوں کی تکمیل کے لئے حکومت کرا رہی تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ جب جام صادق علی رضا کارانہ جلا وطنی ختم کر کے پیپلزپارٹی کے دور حکومت میں پاکستان واپس جاتے ہوئے عمرہ کی غرض سے جدہ آئے تو ایک مقامی انگریزی پاکستانی روزنامہ کے نامہ نگار نے ان سے پوچھا کہ سنا ہے آپ وزیراعلیٰ بنائے جائیں گے۔ جواب میں جام صادق علی نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا کہ میری صحت اس بات کی اجازت نہیں دیتی۔

جام صاحب کے دیرینہ دوست اور رشتہ دار نے یہاں یہ انکشاف بھی کیا کہ گذشتہ سال جب جام صادق علی علاج کے غرض سے لندن گئے تھے انہوں نے اپنے نہایت ہی قریبی دوستوں کو بتایا تھا کہ وہ پاکستان واپس آنا نہیں چاہتے اور لندن میں رہ کر سندھ اور ملک کی صورت حال کے متعلق ایک تفصیلی بیان میں کچھ انکشافات کرنا چاہتے ہیں۔ اس بات کا پتہ چلنے پر پوشیدہ طاقتوں نے پیر صاحب پگارو کو نگرانی کے لئے ان کے ہمراہ بھیج دیا تھا۔ جام صاحب کے دیرینہ دوست نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ سندھ کی صورت حال پر تفصیلی تحریری بیان جام صاحب کے پاس تیار تھا اور گذشتہ ماہ ڈاکٹروں نے ان کی صحت کے متعلق نا امیدی کا اظہار کر دیا تھا۔ وہ لندن پہنچ کر یہ بیان دینا چاہتے تھے کیونکہ جام صاحب کا خیال تھا کہ اگر انہوں نے پاکستان میں رہتے ہوئے یہ بیان دیا تو ان کی زندگی کے دن واقعی مختصر کر دئے جائیں گے۔ اطلاعات کے مطابق جام صادق اور ان کے اہل خانہ نے ڈاکٹروں کی مدد سے کوشش کی کہ جام صاحب کو ملک سے باہر جانے دیا جائے مگر ناگزیر وجوہات کی بناء پر انہیں مزید علاج کی غرض سے ملک سے نہ جانے دیا گیا۔ اس دیرینہ دوست کے مطابق جام صاحب نجی خاندانی محفلوں میں اس بات کا اظہار کیا کرتے تھے کہ مجھ سے میری مرضی کے خلاف جو اقدامات کرائے جا رہے ہیں ان پر خدا مجھے معاف کرے گا' میں مجبور ہوں۔ دیرینہ دوست کے مطابق جام صادق علی کے انتقال سے ایک روز پہلے جام صادق علی کا تحریری بیان ان کی رہائش گاہ سے غائب کر لیا گیا۔

پگارو کی حمایت کے حصول اور صدر اسحاق و حمید گل کے ساتھ روابط استوار کرنے کے نتیجہ میں جام صادق صحیح مقام پر آ گئے۔ جام صادق نے ۲۹ جولائی ۹۰ء کو یہ انکشاف کیا کہ "اسمبلیاں ہر صورت میں اگست کے وسط تک توڑ دی جائیں گی اور اس کے بعد پیپلزپارٹی کو کبھی اقتدار میں آنے کی اجازت نہیں دی جائے گی"۔ جام صادق سے جب ان کے آئندہ انتخاب کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے صاف گوئی سے کہا "یقیناً میں نئی ٹیم میں شامل ہوں گا کیونکہ میرے پاس جلا وطنی کی دوسری زندگی کی ہمت نہیں رہی"۔ جام صادق اس روز پیپلزپارٹی کی قیادت کے بارے میں بڑے تلخ تھے اور انہوں نے کہا "یہ بھٹو کی پارٹی نہیں رہی، یہ چوروں کی پارٹی ہے۔ آصف زرداری ایک گھنٹے میں لاکھوں بناتا ہے اور رہی سہی کسر مینوالا جیسے چکر باز نکال رہے ہیں"۔ جام صادق نے یہ بھی کہا کہ "ایک ہفتے قبل جب میں کراچی کے ایک انگریزی اخبار کے کالم نویس اور صنعتکار کی قیام گاہ پر بیٹھا تھا تو میزبان نے بے نظیر کے آکسفورڈ کے دور کے بارے میں الٹی سیدھی باتیں شروع کر دیں۔ میں نے اسے کہا کہ "وہ اپنی زبان بند رکھے۔ کچھ بھی ہو آخر بے نظیر میری بیٹی جیسی ہے"۔ لیکن ان کے میزبان نے یہ باتیں جاری رکھیں اور جام صادق غصہ کے عالم میں اسی کی قیام گاہ سے اٹھ کر چلے آئے۔ اگلے روز اس نے جام صادق کو فون پر یہ شکایت کی کہ "آپ کیوں چلے آئے جب کہ حاکم علی زرداری تو ہماری تمام تر گفتگو کے دوران بیٹھے رہے تھے"۔

جام صادق سفارشوں کے سلسلے میں بڑے بے باک تھے۔ ایک معطل کسٹم افسران سے مدد کا خواہاں تھا۔ جام صادق نے متعلقہ شخص کو فون کیا تو اس نے کہا "وہ افسر بدعنوان ہے" جام نے جواب دیا "یقیناً وہ ایسا ہے لیکن پانچ وقت کے نمازیوں کو تو جام صادق کی مدد کی ضرورت نہیں"۔

جب نواز شریف کے اتحادی ان پر شریعت بل کی منظوری کے سلسلے میں دباؤ ڈال رہے تھے تو جام صادق نے جان بوجھ کر قومی اسمبلی کے کیفے میں شراب نوشی کا اعتراف کیا۔ جام صادق کے لئے صدر اسحاق کے ساتھ گفتگو کے وہ لمحات بڑے دشوار ہوتے تھے جب صدر اسحاق غصہ اور برہمی کی حالت میں ہوتے تھے۔ جب جام صادق سے صدر کے سامنے ان کے رویہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا "ایک بار میں نے صدر اسحاق کو ذہنی بوجھ سے چھٹکارا دلانے کی کوشش کی تو انہوں نے کہا مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہ کرو"

جام صادق نے ایم کیو ایم کے سربراہ الطاف حسین سے تفصیلی ملاقات کے بعد یہ اعتراف کیا کہ "جنرل ضیاء نے اس ملک میں دوہرے مصافحوں اور تہرے معانقوں کی جو سیاست متعارف کرائی ہے، الطاف حسین اس میں مجھ سے ایک ہاتھ آگے ہے"۔

جام صادق نے ذاتی سطح پر بینظیر کے ساتھ اختلافات دور کرنے کی آخر تک کوشش کی لیکن جمہوری نظام کو کھوکھلا کرنے والی تقسیم اس حد تک بڑھ گئی جہاں پیپلزپارٹی اور جام صادق میں کبھی ملاپ نہیں ہو سکتا تھا۔ جام صادق کے خاندان کے ذرائع کے مطابق جام صادق نے اس برس ۱۸ فروری کو اپنی صاحبزادی کی شادی میں مسز بے نظیر بھٹو کو مدعو کیا لیکن بے نظیر اس شادی میں شرکت کے لئے نہ پہنچیں۔ جام صادق کے کچھ دوستوں کے مطابق انہوں نے ایک موقع پر یہ بھی کہا کہ "بے نظیر کبھی اچھی سیاستدان نہیں بن سکتیں، وہ میری صاحبزادی سے محض ملاقات کے لئے ہی آ سکتی تھیں اور مبارکباد دینے کے بعد پریس کے پاس جا کر مجھ پر غصہ نکال سکتی تھیں کیونکہ میری صاحبزادی نے لندن میں بے نظیر کی کافی مدد کی"۔

گزشتہ برس کے وسط میں جام صادق کے مہلک مرض میں مبتلا ہونے کا شبہ ہوا۔ تاہم جام صادق نے ڈاکٹروں کی تشویش کو بھی ہنسی میں اڑانے کی کوشش کی۔ ایک ڈاکٹر نے جب میڈیکل رپورٹ پڑھنے کے دوران لفظ "پراسٹیٹ" آہستگی سے ادا کیا تو جام صادق بولے "سرا پراسٹیٹیوشن میں سندھ میں میرا نمبر دو ہے، پہلی پوزیشن پر حیدر آباد کا وہ سیاستدان ہو سکتا ہے جو جونیجو کی حکومت کے دوران مختلف وزارتی عہدوں پر رہا ہے"۔

جام صادق لوگوں کے شجرہ نسب کے بارے میں درست علم رکھتے تھے لیکن وہ "قابل احترام شہریوں" کا محفلوں میں ذکر کرنے کے دوران انہیں سیکنڈلوں خصوصا جنسی سیکنڈلوں کے حوالے سے طنز کا نشانہ بنانے کو ترجیح دیتے تھے۔ اچھی شہرت رکھنے والے کئی "شرفاء" کو جام صادق کے روبرو شرمندہ دیکھا جا سکتا تھا کیونکہ جام صادق کو یہ علم تھا کہ ان "شرفاء" کے کن عورتوں سے روابط ہیں۔ ایک مرتبہ جب پاکستان میں انتہائی طاقتور خیال کیا جانے والا امریکی سفارتکاروں سے ملنے آیا تو جام صادق نے اسے کہا "آپ واشنگٹن واپس بلائے جانے سے پہلے تیزی سے کچھ دولت کمانے کے لئے منشیات کی تجارت میں مصروف ہیں"۔

اس دور میں جب جنرل مرزا اسلم بیگ کے اقتدار پر قبضہ کرنے کے بارے میں افواہیں تھیں، ایک وزیر جام صادق سے ملنے کے لئے آیا۔ یہ وزیر ان مشکل ایام میں "پھسلنے" کی کوشش میں تھا۔ جام صادق نے معمول کے مطابق فائلوں پر دستخط کرتے ہوئے سرد لہجے میں اسے کہا "لوگوں نے بتایا ہے کہ آپ ان دنوں لاپرواہ اور ڈھیلے ہو گئے ہیں، غالباً آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ فوج کنٹرول سنبھالنے والی ہے، ایسا نہیں ہو گا کیونکہ کور کمانڈر منقسم ہیں۔ میرے بیٹے! حکومت چلانا گو مجرمانہ حملے کی طرح ناخوشگوار کام ہے لیکن اگر آپ کو یہ کام کرنا ہی پڑا ہے تو جوش و جذبہ سے کریں"۔

جام صادق جب ایک مرتبہ ستمبر ۹۰ء میں اسلام آباد میں اہم ملاقاتوں کے بعد تھک کر سہ پہر کو بیڈروم میں آرام کر رہے تھے تو انہوں نے ملاقات کے لئے بلایا۔ میں نے ان سے پوچھا "جام صاحب معلوم ہوتا ہے آپ بے نظیر کو خوف زدہ یا زچ نہیں کر سکتے" اس پر جام صادق نے کہا "آپ کی بات کافی حد تک درست ہے لیکن جب میں آصف زرداری کو گرفتار کروں گا تو وہ اپنا سر دیواروں سے آ ٹکرائے گی"۔ جام صادق نے انتظامیہ کی شدید مخالفت کے باوجود اسلام آباد کے چھ صحافیوں کو جیل میں آصف زرداری سے ملاقات کی اجازت دی۔ اس کے علاوہ انہوں نے اندرون سندھ کے تحقیقی اداروں میں بھی صحافیوں کو سہولت فراہم کی۔ جام صادق نے صحافت کے بارے میں کہا "میں حلفاً یہ کہتا ہوں کہ صحافت کے پیشے کا بہت احترام کرتا ہوں۔ اگر پریس کو آزادی ہو تو پاکستان کی سیاست مختلف ہو گی"۔ ایک مرتبہ انہوں نے صحافیوں کے بارے میں یہ ریمارکس بھی دیئے۔ "بہت سے صحافیوں میں ایک جریدے کا مالک اور ایڈیٹر ایسا بھی ہے جو خود کو اسلام اور نظریہ پاکستان کا واحد محافظ خیال کرتا ہے، خدا کے لئے مجھے اس سے بچائیں۔ وہ پاکستان کے تحفظ کے لئے کراچی میں ایک بڑا پلاٹ چاہتا ہے"۔

قرار داد تاسیس اور قواعد و ضوابط کی منظوری ــــ رجسٹریشن بھی کرائی جائے گی

عمر مختار

تحریک کا ہدف... نظام خلافت کی برکات کی نشر و اشاعت

اگلے مرحلے کی انقلابی جدوجہد تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے ہوگی

تحریک خلافت پاکستان کے پہلے ملک گیر کنونشن منعقدہ راولپنڈی کی مختصر روداد

تحریک خلافت پاکستان چند روز پہلے تک صرف ایک دعوت کا نام تھی جو اس کے داعی جناب ڈاکٹر اسرار احمد جمہوریت کے مقابلے میں لے کر اٹھے' وہی جمہوریت جو ہمیں راس نہ آئی اور جس کو مشرف بہ اسلام کر کے بھی ہم حاکمیت عوام کے فریب سے چھٹکارا حاصل نہ کر سکے' حاکمیت عوام یا پارلیمنٹ کی بالادستی جو "ان الحکم الا للہ" کے فرمان خدا وندی کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کے لئے بدترین شرک کا حکم رکھتی ہے۔ اس دعوت کو ملک کے طول و عرض میں عام کر کے داعی تحریک نے کچھ اعوان و انصار پیدا کئے اور انہیں معاونین تحریک خلافت کا نام دیا جن میں وہ لوگ تو آپ سے آپ شامل ہیں جنہوں نے ان کی پکار "من انصاری الی اللہ" کے جواب میں ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے خود کو تنظیم اسلامی کی رفاقت کے لئے پیش کیا تھا' کچھ اور بھی درد مند آگے بڑھے جن کے دلوں کی دھڑکنیں خلافت اسلامیہ کا نام سن کر تیز ہو جاتی ہیں۔ ان کا شمار اگرچہ تاحال لاکھوں میں ہے نہ ہزاروں میں' سینکڑوں سے آگے نہیں بڑھا جواب دوسرے عشرے کے وسط میں ہیں یعنی ڈیڑھ ہزار سے کچھ زیادہ تاہم کچھ شور سا ضرور سنائی دینے لگا ہے۔ قبرستان کی خاموشی میں ایک اذان نے ارتعاش تو پیدا کر ہی دیا ہے۔ لگتا تھا کہ نغمے بے تاب ہیں تاروں سے نکلنے کے لئے' مضراب نے انہیں چھوا تو فضا میں سرود خاموش کی گنگناہٹ سی تیرنے لگی ہے۔ اسے سرتال میں لانا ابھی باقی ہے۔

۳ مارچ کو راولپنڈی میں پہلا ملک گیر تحریک خلافت کنونشن منعقد ہوا۔ ہر چند کہ سندھ اور بلوچستان کے معاونین کو اس میں شرکت سے مستثنیٰ کیا گیا تھا کہ رمضان المبارک کے قرب کے باعث ان کے لئے ایک طویل سفر عملی مشکلات پیدا کر دیتا تاہم چند ساتھی منزلیں مارتے ہوئے پہنچ ہی گئے۔ کنونشن کا اہتمام تنظیم اسلامی حلقہ شمالی پنجاب کی ذمہ داری تھی جس نے ناظم حلقہ جناب شمس الحق اعوان کی قیادت میں نہ صرف انتظام و انصرام کا حق ادا کیا بلکہ مہمانوں کی میزبانی میں بھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ راولپنڈی یا اسلام آباد میں تنظیم اسلامی کو وہ سہولتیں حاصل نہیں جو لاہور میں مرکزی انجمن خدام القرآن کی عمارات نے تنظیم کے مرکز کو فراہم کر رکھی ہیں چنانچہ وہاں ہمارے ساتھیوں نے درحقیقت اپنے آپ کو ایک آزمائش میں ڈالا تھا جسے اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے فضل خاص سے ان کے لئے آسان کیا۔ امیر تنظیم اسلامی راولپنڈی اسلام آباد جناب غلام مرتضیٰ اعوان کا جذبہ صادق تھا جنہوں نے درپیش مسئلہ کا ایک خوبصورت حل تلاش کر لیا۔ شہر کے مرکزی علاقے کمیٹی چوک میں جہاں درمیانے درجے کے ہوٹلوں کا جمگھٹا ہو گیا ہے' ایک نئی عمارت البدر ہوٹل کے لئے کھڑی کی گئی ہے۔ عمارت جملہ ضروری سہولتوں کے ساتھ مکمل ہے اور محض فرنشنگ کا مرحلہ باقی ہے۔ غلام مرتضیٰ اعوان صاحب نے البدر ہوٹل کے مالکان حاجی عبدالخالق اور حاجی عبدالرزاق صاحبان سے رابطہ قائم کیا تو انہوں نے نہایت فراخدلی سے کنونشن کے لئے ضہ اپنی نئی عمارت پیش کر دی۔ یہ محترم حاجی صاحبان ایک حوالے سے تنظیم اسلامی اور اس کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد کو جانتے بھی تھے۔ اللہ کرے ان کے ہوٹل کا یہ "افتتاح" نیک شگون ثابت ہو جس کے ذریعے انہیں اپنی سرمایہ کاری اور محنت کا پاک صاف پھل وافر مقدار میں حاصل ہو۔

شمس الحق اعوان صاحب کی ٹیم میں غلام مرتضیٰ اعوان صاحب کے علاوہ راولپنڈی اسلام آباد اور واہ کے انجینئر مختار حسین فاروقی' محبوب ربانی مغل' خالد محمود عباسی' میر انوار الحق' قاری محمد ادریس عباسی' ڈاکٹر تنویر احمد قریشی' ڈاکٹر خالد رحیم میر' رؤف اکبر' سید اکرم علی واسطی' رانا عبدالغفور اور ظفر الامین صاحبان تو باقاعدہ شامل تھے ہی' لاہور کے میجر (ریٹائرڈ) فتح محمد صاحب کو "لازمی بھرتی کے قانون" کے تحت زبردستی "لائن اپ" کر لیا گیا تھا اور سیکورٹی جیسا حساس شعبہ ان کے حوالے کر دیا گیا۔ وہ احتجاج تو کرتے رہے کہ لاہور سے آ کر میں چند گھنٹوں کے اندر اندر حفاظتی اقدامات کا خاک اہتمام کر سکتا تھا لیکن بہرحال اپنی ذمہ داری انہوں نے خوب نبھائی۔ کنونشن کے نائب ناظم انجینئر مختار حسین فاروقی جنہوں نے اولین انتظامات میں شب و روز محنت کی تھی' اپنی ملازمت کی آفت ناگہانی کے طور پر نازل ہونے والی کسی مصروفیت میں ایسے پھنسے کہ کنونشن کی رونق دیکھنے سے محروم رہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب رفقائے تنظیم اسلامی و معاونین تحریک خلافت کی محنت اور خلوص کو شرف قبولیت بخشے جنہوں نے کنونشن کے شرکاء کے قیام و طعام اور

۲رمارچ کی شام کو رفقائے تنظیم سے خطاب کرتے ہوئے امیر تنظیم نے ایک ہدایت دی اور کہا کہ اسے آپ میرا حکم سمجھیں یا مشورہ' عمل بہرصورت اسی پر ہو گا۔ "میں انسانی طبائع کی بو قلمونی سے باخبر ہوں۔ آپ سب لوگوں نے میرے ساتھ بیعت سمع و طاعت فی المعروف کر رکھی ہے اور اس زمانے میں کسی کے ہاتھ میں یوں ہاتھ دے دینا آسان نہیں۔ پھر انسانوں میں سبھی طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں' ایسے بھی جو جان پر کھیل جاتے ہیں لیکن قول و قرار سے نہیں پھرتے اور ایسے بھی جو عہد وفا کرتے ہیں لیکن بعض اوقات اسے نبھا نہیں سکتے"۔ پھر کہا کہ یہاں ایسے پرانے ساتھی بھی موجود ہیں جن کا احترام مجھ پر واجب ہے "وہ میرے مشورے کو بھی حکم جانتے ہیں "اور الحمد للہ کہ ایسے ہی رفقاء کی ہماری تنظیم میں اکثریت ہے لیکن کچھ وہ بھی تو ہیں جو "میرے حکم کو بھی مشورے سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے"۔ انہیں رہ و رسم وفا پر ابھی اپنے پاؤں جمانے ہیں' وفاداری بشرط استواری کی خو ابھی ڈالنی ہے۔

نماز باجماعت سمیت دوسری سب اجتماعی تقریبات کے لئے مثالی ماحول پیدا کرنے کی اپنی سی پوری کوشش کی۔

تنظیم اسلامی کے سینکڑوں رفقاء پنجاب اور سرحد کے صوبوں سے (بشمول سندھ سے چند احباب کے) ۲رمارچ کی دوپہر ہی کنونشن کے لئے راولپنڈی پہنچ گئے تھے جن کی ایک اضافی نشست میں امیر تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو تحریک خلافت پاکستان کے ہدف اور تنظیمی ڈھانچے کے بارے میں اپنے آخری فیصلے کا اعلان کرنا تھا جس تک پہنچنے کے لئے انہوں نے گزشتہ چھ ماہ کے دوران ہر سطح پر غوروفکر اور مشورے بلکہ مشاورت کا غیر معمولی حد تک طویل مرحلہ طے کیا تھا۔ عصر کی نماز کے بعد یہ نشست ہوئی جس کا آغاز ہمارے مقامی ساتھی قاری محمد ادریس عباسی نے سورہ الصف کی شایان شان تلاوت سے کیا۔ پھر یکے بعد دیگرے ناظم تحریک خلافت جناب عبدالرزاق اور ناظم تنظیم اسلامی پاکستان جناب ڈاکٹر عبدالخالق نے تحریک خلافت کی اب تک کی کارکردگی اور اس پورے مرحلے کی مفصل روداد بیان کی جو تحریک خلافت پاکستان کو ایک باقاعدہ تحریک کی شکل دینے کے سلسلے میں سوچ بچار اور مشورے کے سلسلے میں طے کیا گیا۔ سامعین میں سے اکثر اس کارکردگی اور روداد کے کسی نہ کسی حصے کے عینی شاہد تھے بلکہ مشوروں میں بھی شریک رہے تھے لہٰذا اس میں ان کے لئے نئی بات صرف اتنی تھی کہ یہ آپ بیتی نہیں' جگ بیتی ہے۔ ان زعما کے بیان ختم ہوئے تو مغرب کی نماز کا وقت ہوا چاہتا تھا چنانچہ ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز لیکن صفیں بہت زیادہ تھیں' اس کے باوجود صف بندی میں ذرا بھی دیر نہ لگی۔ امیر تنظیم کی امامت میں نماز ادا کرنے کے بعد اب حاضرین اپنے قائد' اپنے امیر کا فیصلہ سننے کے لئے ہمہ تن گوش تھے۔ سمع و طاعت میں پہلا عمل سننے کا ہی تو ہوتا ہے۔

حمد و ثناء اور تلاوت آیات کے بعد امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کنونشن کی غیر متوقع کامیابی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پھر اپنے ساتھیوں کو بھی اپنے ذاتی شکریے کا مستحق قرار دیا جو اپنی اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر پلے سے خرچ کر کے دور و نزدیک سے ان کی پکار پر کھنچے چلے آئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ کچھ ہی دن پہلے میں نے اپنے رفقاء کو دو روز کے لئے لاہور میں جمع ہونے کو کہا تھا جس کے بعد رمضان المبارک کی آمد کے پیش نظر میں اس وسوسے کا شکار تھا کہ نہ جانے اتنے تھوڑے وقفے کے بعد اور مختصر نوٹس پر ساتھی پہلے کی طرح جمع ہو بھی سکیں گے یا نہیں لیکن آپ لوگوں نے ایثار کیا اور اللہ کے دین کے لئے میرے بلاوے پر تشریف لا کر مجھ پر احسان کیا ہے۔ "میں ان دنوں عمر کے طبعی تقاضے کے تحت اور کچھ دیگر عوامل کے سبب سے کچھ رقیق القلب ہو گیا ہوں۔ ابھی چند روز قبل لاہور میں سود کی مذمت میں تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت کے مشترکہ مظاہرے کو دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے اور آج پھر مجھ پر رقت طاری ہے"۔ امیر محترم کی آواز بھرا گئی تھی۔ "آپ حضرات جس کثرت کے ساتھ اور نظم و ضبط کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے میری صدا پر لبیک کہتے ہیں اس میں کسی دنیاوی منفعت کی امید کا دخل نہیں' یہ سب اللہ کے دین کو سربلند دیکھنے کی آرزو اور سب سے بڑھ کر اپنی عاقبت سنوار لینے کی خواہش کا مظہر ہی تو ہے"۔ انہوں نے تمہید کو مختصر کرتے ہوئے فرمایا کہ خوشی کے یہ آنسو اپنی محنت کا پھل دیکھ کر میری آنکھوں میں امنڈ آتے ہیں۔ "آپ لوگ میری سترہ سالہ بلکہ پچیس سال پر پھیلی ہوئی مشقت کا حاصل ہیں"۔ آپ اس زمانے میں ایک طویل اور دنیاوی اعتبار سے بظاہر لا حاصل جدوجہد میں میرے ساتھ شریک ہوئے ہیں جب ہر طرف ہتھیلی پر سرسوں جمانے کے منصوبے بنائے جاتے اور ایک حد تک کامیاب بھی ہوتے ہیں۔ سیاسی جماعتوں کا ذکر ہی کیا' آج تو دینی اور مذہبی جماعتوں سے بھی ان کے وابستگان کو سیاسی "فتوحات" میں سے اپنے حصے

مری روڈ پر تنظیم اسلامی کے کارکن سود کے خلاف مظاہرہ کر رہے ہیں (فوٹو نوائے وقت)

تنظیم اسلامی راولپنڈی کے زیر اہتمام تحریک خلافت ریلی کے شرکاء مری روڈ سے گزر رہے ہیں (جنگ فوٹو) بدھ 4 مارچ 1992ء

کے طور پر نقد فوائد کی امید ہوتی ہے جبکہ یہاں ایثار و قربانی اور تن من دھن کھپانے کے بدلے صرف فلاح اخروی کا وعدہ ہے۔

امیر محترم نے تحدیث نعمت کے طور پر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اعتصام بالقرآن کے طفیل فکر و نظر کی پختگی سے نوازا ہے۔ کتاب ہدایت اور سیرت مطہرہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و السلام سے انہیں جس منہج انقلاب نبویؐ پر قلب و ذہن کا اطمینان حاصل ہوا' اس میں کبھی کمی نہیں آئی ہمیشہ اضافہ ہوا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ پوری دل جمعی اور کمال استقلال کے ساتھ ایک ہی طریق کار پر عمل پیرا رہے۔ حالات کی کوئی کروٹ اور مواقع کی بہتات کبھی انہیں اس راستے سے بھٹکانے میں کامیاب نہیں ہو سکی جسے انہوں نے برنائے بصیرت اختیار کیا۔ یہ سب قرآن مجید کے کھونٹے سے چمٹے رہنے کی بدولت ممکن ہوا چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں کو بھی اللہ کی کتاب سے اپنے ذاتی تعلق کو مضبوط کرنے کی نصیحت کرتے ہیں ----- اور موقع کی مناسبت سے امیر محترم نے زور دیا کہ رمضان المبارک کا رحمتوں بھرا مہینہ اب سر پر ہے جو قرآن کا جشن بہار ہے۔ پھول کھلے ہیں گلشن گلشن' لیکن اپنا اپنا دامن۔ اپنا دامن خوب پھیلایئے اور قرآن مجید کی برکت و حکمت سے اس ماہ مبارک میں اسے اچھی طرح بھر لیجئے۔ امیر محترم نے مرکزی انجمن خدام القرآن اور دوسرے شہروں میں اس کی "بیٹیوں" پھر تنظیم اسلامی اور اب تحریک خلافت پاکستان کو ایک ہی سلسلۃ الذہب کی کڑیاں قرار دیتے ہوئے ان کی تاسیس میں تدریج و ترتیب کو بھی حکمت قرآن اور سیرت مطہرہ کے فیض کا ایک ثمرہ کہا جس نے باہم مربوط ہو کر ان کے لئے ہمیشہ "عروۃ الوثقیٰ" کا کام دیا ہے۔ کلمہ طیبہ کو شجر طیب سے تشبیہ خود اللہ تعالیٰ نے دی اور ڈاکٹر اسرار احمد نے بھی اسی تشبیہ کو مستعار لے کر انجمن خدام القرآن اور قرآن اکیڈمیوں کو دعوت و اقامت دین کے پاکیزہ درخت کی جڑوں' تنظیم اسلامی کو اس کے تنے اور تحریک خلافت کو شاخوں اور برگ و بار کا نام دیا جو الگ الگ ہونے کے باوجود ایک ہی حیاتیاتی اکائی کے تین اجزاء ہیں۔

امیر محترم نے یہ بھی فرمایا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا ایک اور خصوصی فضل یہ ہے کہ اپنے گرد تقدس کا کوئی ہالہ نہیں بننے دیا۔ میری زندگی میں تو اس کا دور دور بھی کوئی امکان نہیں' ان شاء اللہ مرنے کے بعد بھی ویسی عقیدت کا مرکز نہیں بنوں گا جو بہت سے رجال دین کے لئے پیدا ہوئی اور رفتہ رفتہ عصبیت کا روپ دھار گئی۔ یہ اس لئے ممکن ہوا کہ میں نے اپنی بشری اور طبعی کمزوریوں کا برملا اور علی الاعلان اعتراف کیا۔ کسی دعوائے زہدو پارسائی کا کیا سوال' میں نے تو نفلی عبادات تک میں اپنی کوتاہی کو تسلیم کیا ہے اور اپنے رفقاء سے صاف لفظوں میں یہ مطالبہ کیا کہ مجھ سے صرف فرائض کے سلسلے میں بازپرس کریں اور نوافل کو میرے اور میرے رب کے درمیان کا معاملہ رہنے دیں۔ ایک اور کرم اللہ کا یہ ہوا کہ میں نے شرماشرمی میں یا مصلحت کے پیش نظر نظم کے ان اصولوں کو کبھی قربان نہ ہونے دیا جو میرے نزدیک اساسی حیثیت رکھتے ہیں۔ اپنی پکار پر لبیک کہنے والوں کو تنظیم اسلامی کے ڈسپلن میں لاتے ہوئے میں نے بیعت کی کڑوی گولی نگلوائی جس کے تقاضے بہت سخت ہیں۔ اس سے پہلے مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کی داغ بیل ڈالتے ہوئے میں نے بطور صدر موسس اپنے لئے ویٹو کا حق محفوظ کیا جس کی بدولت یہ انجمن بیس سال سے کسی ادنیٰ اختلاف و افتراق کا شکار ہوئے بغیر بڑی خوبی سے چل رہی ہے۔ انجمن نے کروڑوں روپے خرچ کئے ہیں اور آج تک کوئی سر پھٹول نہیں ہوا حتیٰ کہ ویٹو کے استعمال کی نوبت بھی نہ آئی۔ اب تحریک خلافت پاکستان کے داعی کی حیثیت میں مجھے مرکزی خلافت کمیٹی میں ویٹو کا اختیار حاصل ہو گا۔ ہاں میرے بعد آنے والا سربراہ داعی نہیں بلکہ صدر ہو گا جسے ایک اجتماعیت بنی بنائی ملے گی چنانچہ ویٹو کا اختیار بھی نہ ہو گا۔ یہی اصول مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور اور تنظیم اسلامی پاکستان پر بھی منطبق ہو گا۔

اس تحدیث نعمت کے بعد امیر تنظیم نے اپنے فیصلے کا اعلان کیا کہ تحریک خلافت پاکستان ایک خود مختار تنظیم ہو گی جس میں تنظیم اسلامی کے سب رفقاء تو آپ سے آپ معاون بن جائیں گے بلکہ باقاعدہ متعلقہ گوشوارہ بھی پر کریں گے لیکن اپنا مخصوص تعاون پیش کرنے والا ہر مسلمان بھی تحریک کا معاون ہو گا اور اس حیثیت میں وہ تنظیم کے رفقاء کے ہم پلہ ہو گا۔ تحریک کے انتخابات میں اسے بھی برابر کے ووٹ کا حق ہو گا اور تحریک کے اجتماعات میں اسے کسی بھی اعتبار سے دوسرے درجے کا کارکن نہ سمجھا جائے گا۔ اور تحریک چونکہ مالی وسائل کی ضرورت مند بھی ہو گی اور ان معاونین سے بھی چندے لے گی جنہوں نے نہ تنظیم اسلامی جیسے کڑے نظم میں شمولیت اختیار کی ہے نہ ان کی کمٹ منٹ (Commitment) تعاون سے بڑھ کر کچھ ہے لہٰذا مالی معاملات کو صاف رکھنے کے لئے دو احتیاطیں برتی جائیں گی۔ اول یہ کہ تحریک خلافت پاکستان کو باقاعدہ رجسٹر کرایا جائے گا تاکہ اس کے حسابات ملکی قانون کے تحت بھی احتساب کی زد میں آئیں اور دوئم یہ کہ معاونین کی ممبرسازی اور رجسٹریشن کے حصول کے بعد چھ ماہ کے اندر اندر علاقائی صدور مرکزی خلافت کمیٹی اور علاقائی خلافت کمیٹیوں کے جو انتخابات ایک معاون' ایک ووٹ کی بنیاد پر ہوں گے (خواتین ڈاک کے ذریعے اپنا حق رائے دہی استعمال کر سکیں گی لیکن کسی بھی عہدے پر منتخب نہیں کی جائیں گی) ان کے بعد عہدیداروں کے چناؤ میں ناظم بیت المال اور داخل محاسب کے مناصب پر تنظیم اسلامی کے کسی رفیق کا تقرر نہ ہو سکے گا تاکہ تنظیم پر چندے کھانے کا وہ الزام نہ آئے جس کی برصغیر کی تحریکوں میں ایک اندوہناک داستان محفوظ ہے۔ ان معاملات میں احتیاط نہ برتنے کے باعث بڑے بڑے محترم زعماء پر چندوں کے سلسلوں میں کیچڑ اچھالا جا چکا ہے۔

اگلے روز گیارہ بجے دوپہر تک ملک بھر سے بہت سے معاونین تحریک خلافت بھی اجتماع گاہ میں پہنچ چکے تھے۔ ساڑھے گیارہ بجے تلاوت قرآن پاک سے داعی تحریک خلافت پاکستان جناب ڈاکٹر اسرار احمد کی صدارت میں جس اجلاس کا آغاز ہوا اس میں سٹیج سیکرٹری کے فرائض ناظم تحریک جناب عبدالرزاق ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے مختصر تمہید کے بعد معاونین کو خطاب کی دعوت دی۔ سب سے پہلے تحریک کے اولین معاون میجر جنرل (ریٹائرڈ) تجمل حسین ملک نے ایک جوشیلی تقریر کی اور بڑی پتے کی بات کہی کہ جس کام کو کرنے کے لئے آپ لوگ جمع ہو رہے ہیں وہ ٹھنڈے ٹھنڈے ہونے والا نہیں۔ اس کے لئے تو ایک انقلابی تنظیم درکار ہے جس میں فوج جیسا نظم و ضبط ہو۔ اور یوں گویا انہوں نے امیر تنظیم اسلامی کے اس فلسفہ کی تائید کی۔ معاونین تحریک خلافت میں سے جو لوگ اپنی کمٹ منٹ میں زیادہ

THE NEWS

Tanzim-i-Islami held a protest rally against interest Tuesday on Murree Road, Rawalpindi.—Photo by Khalid Raja

پختہ ہو جائیں گے انہیں تنظیم اسلامی کے نظم میں پرو لیا جائے گا جو منہج انقلاب نبوی کی پیروی میں غلبہ دین اور قیام نظام خلافت کے لئے انقلابی جدوجہد کا ایک واضح لائحہ عمل رکھتی ہے۔ اگلے مقرر لاہور سے سید معین الدین شاہ ایڈووکیٹ تھے جنہوں نے بہت خوبصورت اور بڑی ہی سلجھی ہوئی باتیں کہیں جن میں دو باتوں پر زور تھا' ایک یہ کہ فی الحال آپ سے صرف تعاون مانگا جا رہا ہے کسی معرکہ آرائی کے لئے طلب نہیں کیا گیا تو کم از کم تعاون میں تو کمی نہ کیجئے۔ دوسری یہ کہ محدود مقاصد کے لئے آپ جتنی چاہیں جماعتیں بنا لیں لیکن نظام خلافت کے قیام کی جدوجہد ایک جماعت میں بنیان مرصوص بن کر ایک قائد کے تحت ہی کی جا سکتی ہے اور "میں نے تو ٹھوک بجا کر دیکھ لیا ہے' ڈاکٹر اسرار احمد اس قیادت کے لئے موزوں ترین لیڈر ہیں"۔ رحیم یار خان سے رانا غلام اکبر صاحب نے اپنی طرف سے دامے درمے سخنے تعاون کی یقین دہانی کے ساتھ معاونین تحریک خلافت کو یاد دلایا کہ آپ خلافت کا نظام قائم کرنے نکلے ہیں تو پہلے اپنی ذاتی زندگی کو خلافت کا حق بنائیے اور پھر اپنے گھروں میں خلافت کا نظام قائم کیجئے۔ اس کے بغیر خلافت اسلامیہ بہت سے نعروں میں سے ایک نعرہ بن کر رہ جائے گی اور نعروں کا حشر آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔

بعد ازاں رحیم یار خاں ہی سے جناب خالد شیر' راولپنڈی سے جناب عبدالعزیز احسن' کراچی سے جناب عمر حیات اور جناب شاہد علی' لاہور سے جناب فریاد حسین اور جناب محمد ارشد' گجرات سے میر محمد شفیع نے اپنے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ ان میں سے عبدالعزیز احسن صاحب کی تقریر میں ادب کی چاشنی تھی تو میر محمد شفیع صاحب کی باتوں میں بے ساختگی اور وارفتگی جو معمر ہونے اور چلنے میں دشواری محسوس کرنے کے باوجود جذب دروں کے ہاتھوں مجبور ہو کر گجرات سے چل کر آئے تھے۔ یاد رہے کہ اس اجلاس کے مقررین میں سے کوئی بھی تنظیم اسلامی کا رفیق نہ تھا۔ تنظیم اسلامی سے تعلق رکھنے والے جو پہلے معاون تحریک خلافت ان سب مقررین کے بعد تحریک خلافت پاکستان کے قواعد و ضوابط پیش کرنے کے لئے تشریف لائے وہ سید سراج الحق تھے۔ سید صاحب عمر بھر ایک بڑی بین الاقوامی کمپنی میں ذمہ دار عہدے پر فائز رہنے کے بعد اب اپنی جملہ

ملاحیتیں مرکزی انجمن خدام القرآن کے انتظام میں کل وقتی لیکن رضاکارانہ کھپا رہے ہیں۔ قواعد و ضوابط کا اولین حصہ قرار داد تاسیس پر مشتمل تھا جس میں تحریک خلافت پاکستان کے ہدف کی نشاندہی کی گئی ہے۔ یہ ہدف بظاہر بہت معمولی لیکن درحقیقت عملیت پسندی کا شاہکار ہے۔ کہا گیا ہے کہ تحریک کا مقصد مسلمانوں کو نظام خلافت سے متعارف کرانا ' ان میں اس کے لئے پیاس پیدا کرنا اور یہ شعور بیدار کرنا ہے کہ خلافت اسلامیہ کا قیام موجودہ فاسد نظام کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے بعد ہی ممکن ہے جس کے لئے انقلابی جدوجہد کی ضرورت ہو گی اور ایسی انقلابی جدوجہد میں وہ سب مراحل آئیں گے جن کی نشاندہی امیر محترم تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے کر چکے ہیں یعنی دعوت' تنظیم' تربیت اور پھر صبر محض سے گزرتے ہوئے نظام باطل سے تصادم کی تیاری۔

تحریک خلافت پاکستان کے قواعد و ضوابط پڑھ کر سنا دیئے گئے تو آخر میں داعی تحریک نے انہیں منظوری کے لئے پیش کیا اور حاضرین کی عظیم اکثریت نے ہاتھ اٹھا کر منظوری دے دی۔ پھر انہوں نے بتایا کہ تحریک کی رجسٹریشن اور انتخابات سے پہلے جس میں ظاہر ہے کہ کچھ وقت لگے گا' ایک عبوری انتظام کیا گیا ہے جس میں تنظیم اسلامی کا نظم ہی تحریک کی ریڑھ کی ہڈی بنا رہے گا چنانچہ تنظیم ہی کے ذمہ دار مناصب پر فائز حضرات کو اپنے اپنے علاقوں میں تحریک خلافت پاکستان کا کنوینز مقرر کیا گیا ہے جن کی تفصیل انہی صفحات میں علیحدہ درج ہے۔ عبوری دور میں تحریک کا کوئی بیت المال نہ ہو گا اور ضروری اخراجات حسب سابق تنظیم ہی کی ذمہ داری ہو گی تاہم جو معاونین تحریک تنظیم اسلامی پر اعتماد کر کے چندے کی شکل میں زر تعاون پیش کریں' اسے قبول کر لیا جائے گا۔

داعی تحریک کے الوداعی کلمات اور دعا کے ساتھ یہ اجلاس برخواست ہوا اور ظہر کی نماز کے بعد "خشک کھانے" سے تواضع کر کے ناظم اجتماع جناب شمس الحق اعوان نے معاونین تحریک کو تین رویہ قطاروں میں کھڑا کیا۔ ان کے ہاتھوں میں بینر اور تی بورڈ دیئے اور کمیٹی چوک کے جوار میں واقع اس اجتماع گاہ سے مظاہرین کا ایک جلوس وسط شہر کی طرف روانہ ہوا۔ یہ ریلی تحریک خلافت پاکستان کی اولین سرگرمی تھی جس میں اسی شائستگی کو ملحوظ رکھا گیا تھا جو تنظیم اسلامی کے خاموش مظاہروں کا طرہ ء امتیاز بن چکے ہیں۔ اس مظاہرے کی جھلکیاں اگلے روز اخبارات میں بھی موجود تھیں جن میں سے چند ان صفحات میں نقل کی گئی ہیں۔

سودی نظام کے خلاف تنظیم اسلامی کا احتجاجی مظاہرہ

حکومت کی پالیسیاں خلاف اسلام ہیں سود ختم کیا جائے : ڈاکٹر اسرار احمد

راولپنڈی (اپنے سٹاف رپورٹر سے) تنظیم اسلامی راولپنڈی کے زیر اہتمام سودی نظام کے خلاف یہاں ایک احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ جس کی قیادت تحریک خلافت پاکستان کے سربراہ ڈاکٹر اسرار احمد' تنظیم اسلامی پاکستان راولپنڈی کے امیر شمس الحق نے کی۔ مظاہرے کا آغاز کمیٹی چوک سے کیا گیا۔

مظاہرین مری روڈ' مریر چوک سے ہوتے ہوئے "نوائے وقت" کے دفتر کے باہر بنک روڈ پر جمع ہو گئے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومت وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے مطابق فوری طور پر سودی نظام ختم کرنے کا اعلان کرے۔ انہوں نے کہا کہ سودی نظام ہماری معیشت کو کھوکھلا کر چکا ہے اور یہی عوام کو درپیش مصائب کی جڑ ہے۔ جس کا فی الفور خاتمہ ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کی پالیسیاں خلاف اسلام ہیں اور اسلام کی دعویدار حکومت کے وزراء سودی نظام کے حق میں بیانات دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ سودی نظام ختم کر کے پاکستان میں عدل و انصاف کا ایسا نظام مرتب کیا جائے جس سے تمام لوگوں کو فوری انصاف ملے۔ انہوں نے مزید کہا کہ جب تک حکومت سودی نظام ختم نہیں کر دیتی ہماری تحریک جاری رہے گی۔ احتجاجی مظاہرے سے شمس الحق نے بھی خطاب کیا۔ شرکائے جلوس نے اپنے ہاتھوں میں بینر اور کتبے اٹھا رکھے تھے۔ جن پر سودی نظام کے خلاف نعرے' سود کا نظام سامراجی نظام ہے' سود کو تحفظ دینے والے اللہ اور رسولؐ کے دشمن ہیں' درج تھے۔ جلوس کی وجہ سے مری روڈ پر ایک گھنٹہ تک ٹریفک بلاک رہا

حکومت منافقانہ طرز عمل ختم کرے

اسلامی نظام نافذ کرے : ڈاکٹر اسرار احمد

راولپنڈی میں سودی نظام کے خاتمہ کے لئے تنظیم اسلامی کا مظاہرہ

مقامی کنوینگ کمیٹیوں کے کنوینزز کے نام اور پتے

کراچی	سید نسیم الدین	دفتر تنظیم اسلامی ۱۱- داؤد منزل شارع لیاقت نزد آرام باغ فون: ۲۱۶۸۵۶
رحیم یار خان	رانا غلام اکبر	الرحمن فارما گلی نمبر ۱۰ جناح پارک رحیم یار خان۔ فون: ۴۱۷۷-۴۷۹۴
ملتان	ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی	دفتر تنظیم اسلامی ۲۵ر آفیسرز کالونی نزد چونگی نمبر ۹ ملتان۔ فون: ۳۰۵۱
فیصل آباد	جناب احسان الٰہی ملک	دفتر تنظیم اسلامی ۷۵-بی صادق مارکیٹ ریلوے روڈ فیصل آباد۔ فون: ۹۱۷۷۲۸-۷۱۴۷۰۵
سرگودھا	جناب غلام اصغر صدیقی	ڈپٹی سپننگ ماسٹر سرگودھا ٹیکسٹائل ملز۔ سرگودھا
لاہور	مرزا محمد ایوب بیگ	دفتر تنظیم اسلامی ۴-اے مزنگ روڈ لاہور۔ فون: ۳۵۸۹۷۰-۳۱۲۲۶۸
گجرات	جناب محمد رفیق راشدی	دفتر تنظیم اسلامی۔ دارا بلوچاں عقب پرانی جیل۔ فون: ۳۰۵۸
گوجرانوالہ	جناب محمد اشرف ڈھلوں	دفتر تنظیم اسلامی سمبڑیال روڈ۔ نزد امپریل مارکیٹ ڈسکہ
راولپنڈی ر اسلام آباد	جناب شمس الحق اعوان	دفتر تنظیم اسلامی ۱۲بی ر۴۴- حسنین مارکیٹ بالمقابل سنٹرل ہسپتال سیٹلائٹ ٹاؤن مری روڈ فون: ۵۶۴۳۱۸-۸۴۳۷۳۶
پشاور	جناب اشفاق میر	دفتر تنظیم اسلامی کمرہ نمبر ۱ے-۶ رحمن پلازہ خیبر بازار پشاور فون: ۲۱۴۷۳۴

اقتدار احمد

برصغیر میں خلافت کے لئے موقع ہے تو بزرگوں کے طفیل

ورنہ مسلم ممالک میں تو سامراج کے گماشتے ''سیاہ ست'' کر رہے ہیں

مولانا امام الدین محمد طہ کے خط میں بعض حقائق کی توجیہات چونکا دینے والی ہیں۔ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کی حرکتوں کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں۔ ''اسپین پر قابض عربوں کے یہ ہندی نظیر تھے۔ مالک کون (و مکاں) نے اسپین سے چادر اسلام کے چور عرب حکمران اور ان کے نسل کو نابود کیا۔ ہندوستان میں بھی ان کی نظیر حکمرانوں کو نابود کیا مگر عام مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ زندہ چھوڑ دیا۔ میری رائے میں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں اسلام کی پھیلاؤ میں صحیح مبلغین اور داعیان اسلام کا پلہ مسلمان حکمرانوں کی بہ نسبت بھاری تھا۔ ان بے لوث بزرگوں کے طفیل ہم لوگوں کو مزید موقع اللہ تعالیٰ نے دیا تاکہ مسلمانان برصغیر جو محل وقوع اور تعدادی ثقل رکھتے ہیں، دنیا میں خلافت اسلامیہ کا داعی اور محرک ہوسکیں''۔ ان کا یہ خیال نیا نہیں کہ جب طاغوتی استعمار نے مسلم ممالک اور علاقوں پر قبضہ غاصبانہ کیا تو اس میں انہیں خود مسلمانوں میں سے جعفر و صادق جیسے آلہ کار مل گئے تھے لیکن دیکھئے کہ بات کہنے کا یہ اسلوب بہت جرات مندانہ ہے کہ ''قبضہ جمانے کے بعد افسدوا ہا وجعلوا اعزة اہلہا اذلہ'' کے طریق کار سے ان معاشرہ سے نشاۃ ثانیہ کے امکان جن ادارے، اشخاص اور گھرانے سے ہونے کا ان کو خدشہ تھا، اس کی بیخ کنی کئے تھے اور اس کی جگہ ایسے ادارے، گھرانے اور اشخاص کو تمکن کیا جس سے اولین دور میں ان کے آلہ کار پیدا ہوں اور آگے چل کر ان سے ایک ایسی نسل پیدا ہو جن کا تن من دھن سب اغیار کا ہوجاتا ہے۔۔۔۔ ڈاچوں نے ایک فاحشہ رقاصہ کے پیٹ سے سوئیکارنو نام کا آلہ کار پیدا کر کے انڈونیشیا کو اس کا حوالہ کر گیا۔ ان نے حتی اور نصیر جیسے اسلام سے تعلق رکھنے والوں کو چلتا کیا اور سوباندریو، انتونگ ایدیت اور سوہارتو جیسا فرزندان اغیار پیدا کر کے گیا اور ۱۶ کروڑ انڈونیشی مسلمانوں اور پانچ ہزار جزیروں پر مشتمل ان کے ملک کو شیطانی جمہوری سیاہ ست سے سیاہ کر رہے ہیں''۔ اسے کتابت کی غلطی نہ سمجھئے، مولانا نے سیاست کو ہی ''سیاہ ست'' لکھ کر مروجہ سیاسی ہتھکنڈوں کو ایک نیا نام دیا ہے۔

شیخ مجیب الرحمٰن کو مغربی پاکستان (جو اب کل پاکستان ہے) کے باسیوں نے کون سی گالی نہیں دی لیکن مولانا کا اس کے نام کو ''مجیب الشیطان'' سے بدل دینا حرف آخر ہے۔ اس شخص نے شیطان ہی کا تو مشورہ قبول کیا تھا۔ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کا ایٹم بم حاصل کرنے کے لئے دعوت خلافت کے علم برداروں کو ''اور خاص طور پر مسلمانان پاکستان، ہند و افغانستان کو ذات پات اور قبائلی عصبیتوں کو یکسر ترک کر کے از سر نو کلمہ توحید الہ، توحید ملت اور توحید دعوت کی بیعت کرنی ہوگی۔ ان علاقوں میں ذات پات کی جو لعنتیں پائی جاتی ہے، وہ شاید ہی دیگر مسلم ممالک میں موجود ہوں۔ اللہ کے دین میں مہاجر و انصار کوئی شناخت نہیں ہے۔ یہ صرف دو عمل ہے موکن بننے کا۔ ایک گروہ باطل کو ترک کرنے کے لئے گھربار چھوڑ کر عمل ہجرت سے مسلمان بنتا تو دوسرا گروہ حق و اہل حق کو قبول کر کے اپنا دل، دار اور دیار کا دروازہ ان کے لئے کھول کر مسلمان ہوتا۔ اس کے بعد نہ مہاجر میں مہاجریت کا تشخص باقی رہ سکتا نہ انصار میں انصاریت، سب ایک اکائی میں فنا و ضم ہو کر ہی ملت ابراہیم کا امت واحدہ بنتے۔ فنا و ضم نہ ہونا ایمان کی منافی ہے۔ ایمان ایک کل ہے، اس میں نقص اور کمی کا دروازہ کفر اور جہنم کی طرف کھلتا ہے۔ مدینہ الرسولؐ میں پانی کے کنویں کے کنارے واقع مختصر جھگڑا پر جب مہاجر مہاجروں کو اور انصار انصاروں کو مدد کے لئے پکارا تھا، تب ہمارے دلوں کا قبلہ و کعبہ حضور اکرمؐ کا رد عمل ''واہ، واہ، تم میرے رہتے ہوئے میں ہی کفر کو لوٹ گئے؟ تم نے انما المومنون اخوۃ کو ترک کر کے مہاجر مہاجر کو اور انصار انصار کو بلا کر پھر جاہلیۃ الاولی میں داخل ہوگئے۔ ہمارے لئے تاقیامت قول فیصل ہے۔ کراچی اور حیدر آباد کے جن لوگوں نے الطاف حسین اور اس کے گوٹھ کو مہاجرین کی خلافت بخشا، وہ اور جو بھٹو خاندان کے بقیہ کی قیادت اسکی مخالفت میں ہیں، کیا یہی لوگ مہاجر و انصار ہیں؟ ابلیس لعین بھی تو ان سے منہ چھپاتا ہوگا! مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنانے میں یحییٰ، بھٹو اور مجیب الشیطان کی سازش کار آمد ہونیوالی فضا کی تیاری بہاری کہلانے والے نام نہاد مہاجروں کی ''الطاف حسینیت'' نے کی تھی ۱۹۴۷ء میں ہندوستان سے آنے والے بھائیوں کو بنگال کے مسلمانوں نے جس محبت سے سینوں میں لگا کر بسایا تھا، وہ عدیم النظیر تھا۔ مگر ان کم ظرف کم بختوں نے اپنی ذات اور برادری کی زہریلی سانسوں سے اسے نفرت میں بدل ڈالا تھا۔ بنگلہ دیش میں برادری کی عصبیتیں نہ تھی نہ اب ہے۔ دوسری شیطانیاں بسیار ہیں''۔ بہاری پاکستانیوں کے بارے میں مولانا کے تاثرات

ان کے ذاتی مشاہدات پر مبنی ہوں گے جن کی تائید یا تردید کرنے کے ذرائع ہمارے پاس موجود نہیں تاہم اتنا ضرور جانتے ہیں کہ ہم پاکستانی بھی ان سے بہتر مسلمان یا انسان نہیں، اگر ہمیں پاکستان کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے تو انہیں کیوں نہیں!

مسلمانان عالم آج جس صورت حال سے دو چار ہیں اس پر مولانا کا کھرا تبصرہ یہ ہے کہ "اللہ عالم الکل" ایک ایک کر کے دنیا کے اقوام کو خدمت دین فطرت کے مواقع فراہم کر کے آزما رہا ہے جیسے پہلے آل یعقوب بنی اسرائیل کو خلافت دین و دنیا عطا فرمایا تھا۔ وہ امانت کی خیانت کر کے مغضوب علیہم ہوئے۔ اس کے بعد آل اسماعیلؑ کو سید الانبیاء کی نعمت عطا کر کے نوازا۔ یہ نصرت و فتح خداوندی سے "دین اللہ" میں عالم کو "افواجا" داخل ہو کر مشارق الارض و مغاربہا میں آفتاب رسالت کو پھیلتا دیکھنے کے باوجود پھر کفر میں لوٹ کر عرب ہوگئے اور اب یہ عرب "مغضوب علیہم والضالین" کے بد ترین حلیف ہیں۔ اللہ ۷۴ء میں پاکستانیوں کو نشاۃ ثانیہ کا موقعہ دیا تھا، یہ بیڑا غرق کر کے اب خود ہی غرق ہو رہے ہیں۔ ۷۴ء کے بعد ایرانیوں کو اللہ وہ نادر موقع فراہم کیا۔ یہ شیعہ نوحؑ" ابراہیمؑ" موسیٰؑ" عیسیٰؑ و محمدؐ کو چھوڑ علیؓ ابن ابی طالب کی جھوٹی شیعیت کا پرچم بلند کیا۔ دنیا میں "رجوع الی دین اللہ" کی دعوت کا سخت طلب ہے۔ ایران سے اٹھنے والی شور کو پیاسوں نے ماء زمزم سمجھا۔ مگر جلد ہی ان کو معلوم ہوا کہ یہ دریائے فرات کا محصور کنارہ ہے، پرانا حصار سنیت کے لبادے میں چھپا عرب مترجمین کا تھا' اور اب کا حصار شیعیت کے لبادے میں چھپا ایرانی نسل پرستوں کا ہے۔ محمدؐ کے پیاسوں کے لئے یہ دونوں کا پانی سراب ہے۔ عالمی اسلامی کے نشاۃ کے پیاسوں کو ایرانی انقلاب سے سیرابی حاصل نہیں ہوگی' یہ بات واضح ہوجانے کے بعد اب دنیا کے مسلمانوں کو ایک شیعہ سنی جیسی فرقہ پرستی سے پاک انقلابی دعوت کا بے چینی سے انتظار ہے"

جیسا کہ پچھلی قسط میں بتایا جا چکا ہے' مولانا کو محترم ڈاکٹر اسرار احمد سے "ندا" کے ذریعے تعارف حاصل ہوا اور اس اعتبار سے وہ میرے اس مرحوم جریدے کا احسان مانتے ہیں۔ لیکن "ندا" پر تبصرہ کرتے ہوئے بھی انہوں نے اپنا مخصوص بے لاگ انداز برقرار رکھا۔ "قوم کو جو من حیث الکل سیاسی مرض لاحق ہے' اس کی تسلی کے لئے بھائی عبدالکریم عابد کا تجزیاتی کالم اور اقتدار کے ادارے میں کچھ واضح اشارات کافی ہے' طنزیہ بالکل نہیں" لیکن ہمارے ایک فاضل مضمون نگار قاضی ظفرالحق صاحب کا احادیث نبویہ کے حوالے سے مشرق وسطی میں آنے والی تباہی پر شائع ہونے والا سلسلہ مضامین انہیں ایک آنکھ نہ بھایا۔ "یہ سب الکل اور خرافات زندگی' اردو ڈائجسٹ اور تکبیر کو بھی زیب نہیں دیتا چہ جائیکہ داعی قرآن کے ناطق کے اوراق سے یہ لغویات اگلوایا جائے!"۔ نہ جانے مولانا کو ان احادیث مبارکہ کی سند میں شبہ ہے جن پر قاضی صاحب نے اپنی تحقیق کی بنیاد رکھی یا ان نتائج سے اختلاف ہے جو اخذ کئے گئے لیکن یہ اندازہ ضرور ہوا کہ مولانا قرآن سے باہر صرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو دلیل سمجھتے ہیں' حضورؐ سے منسوب روایات بھی ان کے نزدیک شاید معتبر نہیں۔ اب زندگی میں ان سے ملاقات اور بالمشافہ گفتگو ہو تبھی معلوم ہو سکے گا کہ ان کے ہاں دین میں تقدیم و تاخیر کے اصول اور حدیث پر اعتبار کے معیارات کیا ہیں۔ "نوسٹرڈامس کی پیشنگوئیاں جیسے یہود و نصاریٰ کی خرافیوں کو خرافت پھیلانے کا مواد فراہم کیا۔ کتاب اللہ کو ترک کرنے کے نتیجے میں مسلمان نام کے بنی نوع انسان جب صراط مستقیم سے ہٹ گئے تو یاد ماضی میں اپنے بزرگوں کے نام پر بناوٹ کے خوارق پھیلا کر اپنے مدمقابل کو مرعوب کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔ قصیدہ ہائے شاہ نعمت اللہ ان میں سے ایک ہے جو ہندو پاک کے بے عمل مسلمانوں کو ایک قسم کا نشہ فراہم کر رہا ہے"۔ لیکن قاضی صاحب نے نشہ فراہم نہیں کیا' وہ تو خبردار کر رہے تھے!۔

مولانا نے اپنے مخاطب یعنی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو طویل مشورے بھی دیئے ہیں اور ان کی تمہید میں لکھا ہے۔ "شاید آپ کو تعجب ہو گا کہ یہ نامعلوم شخص کیوں اور کس بناء پر مجھ کو یہ طویل خط لکھ کر اتنی باتیں کر رہا ہے؟ کسی دور دراز دنیاوی سفر میں کسی مسافر کو کوئی ہم سفر مل جائے تو اسے ہم خیال بنانے کے لئے کتنی منت و محنت کرتا؟ اگر کوئی ایماندار بندہ جو دنیا سے یوم القیامہ تک کے سفر کے لئے چالیس سال سے ہمسفر کا متلاشی ہے' اس کو اگر کسی میں اپنا مقصد و منزل کی طرف ہمسفری کا اشارہ ملے تو وہ اس کا کتنا عزیز ہوتا ہے؟ اصل میں تو یوم "الست بربکم" کے جلسہ شہادۃ میں ارواح اپنے رب ذوالجلال کے حضور ایک دوسرے کا گواہ ہو کر حلف عبدیت اٹھایا تھا۔ دنیا میں آکر یا دنیا میں آنے کے سفر میں ایک دوسرے سے بچھڑ گئے تھے۔ یہی ارواح اپنا اپنا جسد خلقی پر دنیا میں سفر کے دوران اپنا طلب اور ذکر آخرت کی برکت ایسے راہ گیروں سے آمنا سامنا ہو جاتے ہیں جو ایک دوسرے کو عالم ارواح' عالم دنیا اور عالم آخرت کے پہچان سے پہچان کر سینے میں لگا لیتا۔ یہی وہ بھائی ہے جو انما المومنون اخوۃ میں ذکر کیا گیا۔ اسرار احمد اور اس جیسے دوسرے افراد سے امام الدین محمد طٰہ کا رشتہء بے تکلفی کا مبدا و منتہی یہی ہے"۔ بایں ہمہ ڈاکٹر صاحب کے اس اہتمام پر جو وہ رمضان المبارک کی راتوں میں دورہ ترجمہ قرآن کے سلسلے میں گزشتہ آٹھ سال سے کرتے چلے آ رہے ہیں' مولانا نے اظہار ناپسندیدگی کیا ہے۔

اس ضمن میں مولانا نے یہ تو درست کہا کہ "رمضان المبارک میں اجتماعی قیام اللیل کا رواج حضورؐ کے اسوہ حسنہ میں نہیں ہے۔ حضورؐ خود افطار' نماز مغرب اور عشاء سے فارغ ہو کر سو جایا کرتے تھے' نصف اللیل یا رات کے نصف آخر میں اٹھ کر نجی طور پر قیام فرماتے تھے۔ لوگ اتباع نبیؐ میں شریک ہونا چاہتے تھے آپؐ نے منع فرمایا اور خودؐ حجرے سے نکلنا بند کر کے اس کے امکان کو مسدود کیا۔ اس کے بعد سے اصحاب' مثنی و فرادی' تزکیہ نفس' قربت الی اللہ کے حصول اور تلاوت کلام اللہ کے ذریعے اپنا رب سے ہمکلامی کے کے لئے قیام کرتے تھے۔ حضورؐ کا زمانہ اور خلیفتہ الرسول کا زمانہ اسی پر گزرا۔ حضرت عمرؓ نے اپنا عہد خلافت میں اس نافلہ کو اجتماعی شکل دیتے وقت "نعم البدعہ ھذہ" فرما کر اس کی اہمیت کو ہلکا کر دیا اور خود اس میں شاذو نادر ہی بیس رکعاتی تراویح میں شریک ہوا کرتے تھے۔ کبھی چار اور کبھی آٹھ رکعات پر اکتفا کرتے تھے۔ خلافت اسلامیہ کو ھائی جیک کرنے کے بعد سلاطین عرب' مظلوم عامتہ المسلمین کو اپنے پیسوں پر پالتو احبار و رھبان کے ذریعے فرائض سے ہٹانے کے لئے بے جان نوافل میں جتوا دیئے تاکہ وہ اقتدار پر قابض رہیں اور گم کردہ خلافت اسلامیہ کو دوبارہ قائم

کرنے کی جدوجہد بھول کر مسلمان قوم صرف فلاح آخرت کے دھندے پر خوش رہیں' جو قیام خلافت کے جہاد کے بغیر ناقابل تصور ہے۔ حکمران فرسان النھار اور عوام رھبان اللیل کا عجوبہ امت کی قسمت کو چنگیزوں کے سپرد کر دیا۔ ہندوپاک میں ماہ رمضان میں موجود تراویح بالکل وہ تراویح نہیں جو سید نا عمرؓ چاہتے تھے۔ یہ بسیار افطار خوری کے بعد ہضم کے لئے ایک Drill ہے۔ ماہ رمضان میں تنظیم اسلامی کے ذریعہ جس قیام اللیل کا بندوبست آپ کر رہے ہیں اس ناچیز کی رائے میں یہ غیر ضروری ہے۔ فرسان تحریک خلافت کو عوامی رھبان اللیل کے فتوے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کارکنان انفرادی طور پر یا زیادہ سے زیادہ اپنا اہل خانہ کو لے کر ماہ نزول القرآن میں تلاوت و فہم قرآن کی خصوصی انتظام کریں تو بہتر ہے"۔

لیکن اپنے موقف میں مولانا نے ان حقائق کو نظر انداز کر دیا ہے کہ ہمارے عوام تو کیا' خواص بھی عربی سے نابلد ہیں۔ وہ تراویح میں قرآن مجید سنتے ہیں تو کلام ربانی سر کے اوپر سے گزر جاتا ہے اور تہجد میں خود پڑھیں تو اس کے مفہوم سے نا آشنائی وہ معجزہ دکھانے میں آڑے آتی ہے جو فی الحقیقت اس کتاب ہدایت کا اصل امتیاز ہے اور پھر کتنے ہیں جنہیں اس کا اتنا حصہ حفظ ہو کہ نوافل سے پورا فائدہ اٹھایا جا سکے۔ اس بدعت حسنہ کا جو ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے شروع کی' بار (اگر وہ کچھ ہے تو) اٹھا لینے میں عافیت ہے کیونکہ اس کے ذریعے سے رمضان المبارک کے مناسب ترین ماحول میں قرآن کے پیغام کو عام کرنے اور مفہوم قرآن کی سوغات تقسیم کرنے کا بڑا ہی نادر موقع ہاتھ آتا ہے۔ واللہ اعلم۔

اب ایک جملہ معترضہ شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال پر۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اقبال کو مفکر قرآن اور ترجمان قرآن قرار دیتے اور ان کے اشعار سے بکثرت استفادہ کرتے ہیں تاہم جیسا کہ اقبال خود کہہ گئے ہیں کہ ۔

اقبال بڑا اپدیشک ہے' من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا غازی بن تو گیا' کردار کا غازی بن نہ سکا

وہ انہیں بزرگان دین میں شامل نہیں کرتے اور مولانا امام الدین محمد طٰہٰ کو بھی اقبال کی اس عظمت کا قائل ہونا پڑا ہے حالانکہ خط کے شروع میں وہ اس بات پر برہمی کا اظہار کر چکے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب قرآن کی بات کرتے کرتے اقبالیات پر کیوں آ جاتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ "برادر محترم اسرار صاحب' بقول اقبال' قیصان شر کا ان کے خلاف یکزبان ہونا مومنوں کے لئے باعث برکت ہے اور آگے چل کر اقبال مرحوم گویاں ہے' تیرے ضمیر پر جب تک نہ ہو نزول کتاب' گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف۔ اقبال مرحوم کو شاید اللہ تعالیٰ نے ان کی دینی تعلیم کے استاد کے فیض کی برکت صحیح انداز فکر سے نوازا تھا۔ معرفت کرد گار نے ان میں جنون پیدا کی تھی۔ جنون نے جوش دلایا تو نغمہ سرائی کر گئے۔ عمل کی کمی کی وجہ تسلیم حنیف نہ ہو سکی اور اسی تسلیم کے فقدان کی وجہ سے صحیح سمجھ کے باوجود داعی بن نہ سکے"۔ لیکن یہ کہ "سنت ابراہیمؑ و محمدؐ سے ہٹ جانے کی وجہ سے ملت ابراہیمؑ کی موجودہ امت محمدیؐ نیم ہوش و نیم غفلت میں گرفتار بلا ہے۔ کلام الٰہی کی گھنٹیاں اقبال کے ضمیر کو اس وقت جگائی تھی جب اقبال کے ہمعصر اور بھی گہری نیند محو خواب تھے۔ قلب اقبال آدھا جگا تھا۔ پورا جاگ کر قلعہ قلب کو کھول کر عرش بریں سے نازل مہمان کو عرش زمینی قلب پر مکین نہ کر سکا۔ تب اسکی نیم غنودگی کی نغمہ سرائی سے قلب ملت کا آدھا دروازہ کھولا تھا' اور آدھ کھلا دروازہ سے شاہی مہمان اندر تشریف نہیں لاتا۔ اس کے لئے "الم نشرح" کا پورا صدر دروازہ کھولنا لازمی ہے۔ آدھ کھلا دروازہ سے ملت اسلام کا بہروپ دشمن اندر گھس کر ۱۹۴۷ء کے ۱۴ اگست کو ہمارا مدینہ ثانیہ کے قیام کی قربانیوں کو ناکام و برباد کیا جس غفلت کی سزا ہم آج تک بھگت رہے ہیں"۔ اور نہ جانے کب تک بھگتیں گے۔

اور اب جگر تھام کر بیٹھئے' مکتوب نگار ان حالات و واقعات کی نشاندہی کر رہے ہیں جن سے خلافت کا پرچم اٹھانے والوں کو سابقہ پڑے گا۔ مجھے معلوم ہے کہ مکتوب الیہ یعنی ڈاکٹر اسرار احمد اس خط کو پڑھ کر کئی دن غلطاں و پیچاں رہے۔ راہ کی مشکلات کا انہیں اندازہ تو ہے اور اس کی جھلکیاں وہ دیکھ ہی رہے ہیں' بھگت بھی رہے ہیں بایں ہمہ مکتوب نگار کا انتباہ بڑا ہی حوصلہ شکن ہے۔ اب یہ طے کرنا داعی تحریک خلافت پاکستان کا کام ہے یا ان ہمت والوں کا جو تعاون کی ہامی بھر رہے ہیں کہ ان دشواریوں اور موانعات کی تفصیل سے ان کی ہمتیں پست ہوتی ہیں یا عزم و ارادے پر مہمیز کا کام کرتی ہیں جن کا مولانا امام الدین محمد طٰہ کے طویل خط میں جابجا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ (باقی باقی)

الحمد للہ کہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی سے عمومی استفادے اور عربی زبان کی تحصیل کے لئے

خط و کتابت کورس

کا اجراء گذشتہ سالوں کے دوران ہو چکا ہے۔

○ پہلا کورس "قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی" کے زیر عنوان ہے' جو ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے درس قرآن کے ۴۴ کیسٹ اور چند کتب پر مشتمل ہے۔

○ دوسرا کورس ابتدائی گرامر کی تدریس سے متعلق ہے جس میں "آسان عربی گرامر" سبقا سبقا پڑھائی جاتی ہے۔ قرآن حکیم کا مفہوم براہ راست سمجھنے کے لئے عربی زبان کی تحصیل اشد ضروری ہے۔

سال ۱۹۹۲ء کے آغاز ہی سے خط و کتابت کورس میں داخلہ لیجئے اور گھر بیٹھے قرآن حکیم کی رہنمائی اور عربی زبان کی تدریس سے فائدہ اٹھائیے۔

نوٹ: ہر دو کورس کے پراسپکٹس' داخلہ فارم اور دیگر تفصیلات شعبہ خط و کتابت کورس' قرآن کالج' ۱۹۱۔ اے اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے طلب فرمائیں۔

فون: ۸۳۳۶۳۸ ۔ ۸۳۳۶۳۷

المعلن: مدیر شعبہ خط و کتابت کورس' مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے پہلے انگریزی محاضرات

ڈاکٹر ابصار احمد۔ ڈائریکٹر (اعزازی) قرآن اکیڈمی لاہور

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور اسلامی تعلیمات اور حکمت قرآنی کی توضیح و اشاعت کے لئے گزشتہ بیس برس سے لاہور کراچی اور بعض دوسرے مقامات پر محاضرات قرآنی کا اہتمام کرتی رہی ہے۔ ان محاضرات میں علمی موضوعات پر تقاریر اور مقالات پیش کرنے کے لئے مقامی اور بیرون ملک سے اہل علم حضرات تشریف لاتے رہے۔ اس سال ۲۸ر فروری تا یکم مارچ ۹۲ء یہ محاضرات انجمن کی تاریخ میں پہلی بار انگریزی زبان میں منعقد ہوئے اور اس میں مقالات پیش کرنے کے لئے انگلستان کے ایک نو مسلم دانش ور جناب چارلس گے ایٹن کو مدعو کیا گیا تھا۔

ایٹن صاحب سے صدر انجمن جناب ڈاکٹر اسرار احمد کی ملاقات جون ۹۰ء میں سپین میں ہوئی تھی جہاں یہ دونوں حضرات نارتھ امریکہ مسلم میڈیکل ایسوسی ایشن کے سالانہ کنونشن میں مہمان مقرر تھے۔ جناب چارلس گے ایٹن اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے خیالات میں اس حد تک مماثلت تھی کہ دونوں ہی اسلام کی احیائی مساعی میں ایمان اور دلی یقین و اذعان پر زور دیتے ہیں۔ اس فکری اشتراک نے ان دونوں کو قریب کر دیا اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے انہیں لیکچرز کے لئے پاکستان آنے کی دعوت دی۔ اس دعوت نامے کی تکمیل بالآخر امسال فروری کے آخری دو دن اور یکم مارچ کو ہونے والے محاضرات قرآنی کی شکل میں ہوئی۔

جناب چارلس گے ایٹن جن کا اسلامی نام حسن عبدالحکیم ہے' ۱۹۵۱ء میں قاہرہ میں ایک سال قیام کے دوران مشرف باسلام ہوئے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ پہلے بھی عیسائی نہ تھے۔ ان کا لڑکپن اور جوانی کا اوائل کسی مذہبی تعلق کے بغیر گزرا کیونکہ ان کا خاندان مذہبی نہ تھا۔ چنانچہ انہیں اسلام کو سمجھنے اور اسے قبول کرنے میں کچھ زیادہ مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ ان کا کہنا ہے کہ موجودہ مغربی دنیا عیسائیت کو بالکل ترک کر چکی ہے اور عیسائیت اندھے عقیدے کی شکل میں بھی معدودے چند لوگوں میں ہی پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب Post Christian West کی اصطلاح بڑے پیمانے پر مستعمل ہے۔

جناب ایٹن کے پہلے لیکچر کا عنوان "The Roots of Western Culture" یعنی "مغربی کلچر کی فکری بنیادیں" تھا۔ ان کا یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ اہل اسلام کے لئے ملحدانہ اور سیکولر مغربی دنیا کا مقابلہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے مغربی دنیا میں رائج فکری نظام اور کلچر کی اساسات کے بارے میں گہرا شعور حاصل کریں۔ پہلے لیکچر کی صدارت کے لئے کراچی یونیورسٹی کے صدر شعبہ فلسفہ پروفیسر ڈاکٹر قاضی عبدالقادر تشریف لائے۔ اور مہمان خصوصی قرآن کالج کے پروفیسر بختیار حسین صدیقی تھے۔ ان دونوں حضرات نے جناب گے ایٹن کے مقالے پر تنقیدی انداز میں اپنے خیالات پیش کئے اور مہمان مقرر کے پیش کردہ بعض تصورات و خیالات کو نہ صرف مزید موکد کیا بلکہ بعض خامیوں اور تشنگیوں کو دور بھی کیا۔

مقرر موصوف نے مغربی دنیا کے ملحدانہ افکار کا تجزیہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس کی شروعات یونانی اور لاطینی افکار کے اثر و نفوذ سے ہوئیں' جو وحی اور مذہب کی روشنی سے محروم محض عقل انسانی کی بنیاد پر پروان چڑھی۔ چنانچہ ان کا کہنا یہ تھا کہ اسلام کو اب دوسرے مذاہب کے چیلنج کا سامنا نہیں بلکہ اسے جو سب سے بڑا خطرہ درپیش ہے وہ اس دنیا کی جانب سے ہے جو مذہب و ایمان کی دولت سے بالکل تہی دست ہے۔ مغرب میں انسان کی حیثیت مشین سے زیادہ نہیں رہی اور اس کی تمام تگ و تاز کا محور اقتصادی کاوش ہے۔ انسانی تعلقات میں محبت و اخلاص کا عنصر ختم ہو چکا ہے اور لوگ کاروباری انداز میں معاملات طے کرنے کے لئے ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔

جناب ایٹن کا خیال ہے کہ اگر مسلمان ترقی کا یہ انداز حاصل نہ کریں اور "پس ماندہ" رہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ مغرب کی مشینی اور اقتصادی ترقی اسے تیزی سے تباہی کی طرف لے جا رہی ہے۔ مغرب میں علم اور عمل کی دوئی بھی بہت نمایاں ہے بعض دانشور علمی طور پر نہایت اعلیٰ خیال پیش کرتے ہیں لیکن خود ان کا عمل ان کے فکر کے عین متضاد ہوتا ہے۔ اہل مغرب نے نت نئے اضافوں اور موشگافیوں سے عیسائیت کا حلیہ بگاڑ دیا ہے اور بزعم خویش وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے مذہب نے ارتقائی مراحل طے کئے ہیں۔ چنانچہ وہ اسلام میں بھی اس قسم کے "ارتقاء" کے متمنی ہیں۔

جناب ایٹن چونکہ تصوف کی طرف رجحان رکھتے ہیں اس لئے دور حاضر کی اسلامی احیائی تحریکوں کے بارے میں وہ کچھ زیادہ پر امید نہیں۔ صاحب صدر نے ان کے اس خیال کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے کہا کہ مسلمان ممالک کے اپنے مخصوص سیاسی و سماجی مسائل ہیں جن کے تناظر میں ہی اسلامی تحریکوں کو دیکھنا زیادہ صحیح ہو گا۔ مہمان خصوصی جناب پروفیسر بختیار حسین صدیقی نے مہمان مقرر کے "مغربی کلچر" کے تصور اور اس کی فکری بنیادوں کا مزید گہرائی سے مطالعہ کرنے کی اہمیت واضح کی اور کہا کہ ہمیں سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدانوں میں تو ضرور ترقی کرنا ہے البتہ ایمان کی دولت میں اضافے کی فکر بھی کرنی چاہیے۔

دوسرے لیکچر کا عنوان "The Human Environment" تھا۔ اس عنوان کے حوالے سے مہمان مقرر نے خارجی احوال اور داخلی

بقیہ پشاور میں مظاہرہ

مقامات پر ترتیب دیا جائے۔ مرکز سے ۳۰۰ پوسٹر اور ۱۰۰۰ ہینڈ بل ۲۰ فروری کو موصول ہوئے اور اسی دن سے رفقاء نے کمر ہمت کس لی۔ دو دن میں شہر' صدر اور یونیورسٹی میں نمایاں جگہوں پر پوسٹر آویزاں کئے گئے۔ اس کے علاوہ ۴۰۰۰ ہینڈ بل مزید چھپوائے گئے' بینرز اور کتبے بھی لکھوائے گئے۔ یہ تمام انتظامات ۲۲ فروری کی صبح تک مکمل ہو گئے۔ شہر میں پروگرام کے مطابق ڈیڑھ بجے پشاور کی تاریخی مسجد قاسم علی خاں واقع قصہ خوانی بازار میں نماز ظہر ادا کرنے کے بعد وارث خان امیر تنظیم اسلامی پشاور نے حاضرین کے سامنے مظاہرے کی غرض و غائت بیان کرتے ہوئے ان کو مظاہرے میں شرکت کی دعوت دی۔ اس کے نتیجے میں ۳۰ رفقاء کے علاوہ ۵۰/۵۵ کے لگ بھگ سامعین نے شرکت فرمائی۔ امیر تنظیم پشاور اشفاق میر صاحب کی قیادت میں یہ خاموش مظاہرہ لی بورڈز اور بینرز اٹھائے قصہ خوانی بازار سے شروع ہو کر خیبر بازار کے سویکارنو چوک میں کارنر میٹنگ کے بعد اختتام پذیر ہوا۔ اس دوران انتظامیہ نے بھرپور تعاون کیا۔ پریس کے نمائندے اور فوٹو گرافر حضرات بھی ساتھ جلوس کی رونق بڑھا رہے تھے۔ پولیس نے ٹریفک روک دینے کی ہدایت کی لیکن امیر تنظیم نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا جس کے اچھے اثرات مرتب ہوئے اور ٹریفک کی روانی میں بھی خلل نہ آیا۔

صدر کا پروگرام نماز عصر کے بعد رحمن مسجد سے شروع کیا گیا۔ یہاں بھی وارث خان نے لوگوں سے خطاب کیا اور جلوس میں شرکت کی دعوت دی۔ یہاں رفقاء کے علاوہ ۶۰ / ۷۰ کے قریب احباب شریک ہوئے۔ یہ پرامن و خاموش جلوس صدر روڈ' باڑہ بازار' لیاقت بازار' ٹیپو سلطان روڈ سے گزرتا ہوا فوارہ چوک میں اختتام پذیر ہوا۔ اس چوک میں بھی وارث خان نے اردو میں خطاب کیا۔ صدر کے جلوس کی خصوصی بات اس میں وڈیو کی تیاری ہے لیکن فلم کے پرانا ہونے کی وجہ سے وہ نامکمل رہی۔

وارث خان کے خطابات کے بارے میں ایک وضاحت ضروری ہے۔ مقامی اخبارات میں سے دو اخباروں نے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے وفاقی وزیر سردار آصف احمد علی کے خلاف کفر کا فتویٰ ان سے منسوب کیا گیا جو سراسر جھوٹ ہے۔ ان کے خطابات کا خلاصہ پریس ریلیز کی صورت میں جنگ نوائے وقت اور انگریزی اخبارات "نیشن" اور "فرنٹیر پوسٹ" میں شائع ہوا۔ اس میں بھی ایسی کوئی بات موجود نہ تھی جس سے یہ الزام گھڑا جا سکتا۔ ○○

بقیہ خطوط آپ کے

دینی جذبات و احساسات کو ملحوظ رکھ کر آپ کا ساتھ دیا ہے اور انشاء اللہ اس راہ میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ خصوصی دعاؤں میں اس تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرانے کے لئے دست بدعا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ وہ دور ہم قیامت سے پہلے دیکھ سکیں کہ تمام امت مسلمہ دین اسلام کے پلیٹ فارم پر جمع ہو کر ۱۴۰۰ سال قبل کی خلافت راشدہ کی یاد تازہ کردے۔ آمین ثم آمین۔ محترم ڈاکٹر صاحب! آپ کو اللہ تعالیٰ اس مقصد کی تکمیل کی صلاحیت بخشے اور رفقائے کار کو جزائے خیر سے نوازے۔

نفاذ اسلام کے عمل میں اتنی سرگرم تحریک مجھے کوئی اس کے علاوہ نظر نہیں آتی۔ آپ سے عقیدت و محبت اس لئے بہت زیادہ ہے کہ آپ اسلام کے نفاذ کی خاطر برسر منبر و برسر دار میدان میں نکل آئے ہیں اور انشاء اللہ یہ غریب اور مفلس مسلمان اس تحریک کا ساتھ دے کر اس کو روز بروز فعال تر بناتے جائیں گے کیونکہ باقی کسی نظام میں ان کے حقوق کی پاسداری نہیں ہے۔ اور انہی بے کس لوگوں سے بدء الاسلام غریبا کے تحت توقع بھی کی جا سکتی ہے۔ آپ اپنے دوستوں کو کم شمار نہ کریں۔ جاگیرداروں' سرمایہ داروں اور انسانی حقوق کو پامال کرنے والوں کے علاوہ تمام لوگ آپ کے ساتھ ہیں اور میں تو یہی کہوں کہ وقت آنے پر انشاء اللہ کسی قسم کی قربانی سے سربلندی اسلام کی خاطر دریغ نہیں کریں گے۔

قوم کے زوال یا ترقی کا انحصار دو قسم کے لوگوں پر ہے۔ ایک علما اور دوسرے امراء یعنی صاحبان علم اور صاحبان اقتدار۔ لیکن آج کل کے اس پرفتن دور میں قرآن و سنت کی رو سے دونوں کے کردار میں بہت تضاد پایا جاتا ہے ورنہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ پاکستان و دیگر ممالک اسلام میں اسلامی نظام اب تک نافذ نہ ہوا ہوتا۔ جب کہ یہ بھی تجربہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ اسلام کے علاوہ ہمارے ہر قسم کے مسائل کا حل اور کوئی نظام پیش نہیں کر سکتا۔

ماسٹر اطلس خان ولد عرب خان
خویشگی بالا تحصیل و ضلع نوشہرہ

کذاب ہیں اصنام سیاست کے پجاری
اے دل! انہیں اب چھوڑ صداقت کا ساتھ دے
منزل تری نہیں ہے سیاست کا یہ مدفن
تو زندہ ہے تحریک خلافت کا ساتھ دے
اس دور میں آفت کی ہے مظہر یہ سیاست
جو ہو سکے تو تو نہ اس آفت کا ساتھ دے
جمہوریت ہے یاں کہ ہے طاقت کا طاغوت
ہرگز نہ اس طاغوت کی طاقت کا ساتھ دے
جو وقت کے فرعون سے حق بات کہہ سکیں
تو ایسے ہی مردان شجاعت کا ساتھ دے
مومن کا فرض عین ہے اسلام کی تنفیذ
مومن اگر ہے دیں کی اقامت کا ساتھ دے

عاصم ایم اے
اچھرہ۔ لاہور

مقابل ہے آئینہ

کراچی کی آگ کو بھڑکانے میں کس کس کا ـــــ کتنا کتنا حصہ ہے؟
سقوطِ مشرقی پاکستان کے اٹھارہ برس بعد ـ سندھ کیوں جل رہا ہے؟
پنجابی سندھی کشمکش ـــــ مہاجر پٹھان تصادم کیوں بن گئی؟

کیا اِس شر میں کچھ خیر بھی ہے؟

سیاسی محرومیوں' انتظامی بے تدبیریوں' حکمرانوں کے آمرانہ طرزِ عمل' اپنوں کی مہربانیوں اور غیروں کی سازشوں کا بے لاگ تجزیہ

استحکامِ پاکستان اور مسئلہ سندھ

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا سلسلۂ مضامین

کتابی صورت میں دستیاب ہے

ہر دردمند پاکستانی کے لیے اِس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے

قیمت ۱۵ روپے

ملنے کا پتہ: انجمن خدام القرآن ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

پشاور میں

تنظیم اسلامی کا مظاہرہ

وقائع نگار خصوصی

قرآن اور تاریخ انسانی کے مطالعہ سے یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ جب بھی نوع انسانی نے صراط مستقیم کو چھوڑ کر کجی کی راہ اختیار کی' رحمت خداوندی جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و رسل کو بھیج کر ان کو ضلالت کے گڑھے میں گرنے سے بچنے کی دعوت دی اور دنیوی و اخروی نجات کی راہ دکھلائی تا آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سنہری زنجیر کی تکمیل ہوئی اور اس کے بعد ہدایت کی راہ دکھلانے کی ذمہ داری امت مسلمہ پر ڈال دی گئی کیونکہ یہ ختم نبوت کا لازمی اور منطقی نتیجہ ہے اور بمطابق قرآن مجید اس امت کی تاسیس کا مقصد ہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے لہٰذا مبارک باد کے مستحق ہیں وہ لوگ جو اس دور زوال و انحطاط میں جاگ اٹھیں اور دوسروں کو بیدار کرنے کے لئے کمر ہمت کس لیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک کے مطابق ہاتھ ' زبان اور کم از کم دل سے نہی عن المنکر کے اس فریضہ پر عمل پیرا ہوں۔

تنظیم اسلامی کے قیام کا مقصد تاسیس بھی یہ ہے کہ اس دور زوال میں اصحاب عزم و ہمت کو منظم کیا جائے اور انفرادی و اجتماعی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی سعی کی جائے۔ نہی عن المنکر کے سلسلے میں پہلے بھی مختلف طریقوں یعنی ذاتی رابطوں ' تقریر و تحریر اور مظاہروں کے ذریعے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کو انجام دیا گیا اور ائمہ وقت اور عامتہ الناس کو دین کا پیغام پہنچایا گیا لیکن اس سلسلہ میں منظم کوشش ۲۲ فروری ۱۹۹۲ء کو پورے پاکستان میں بیک وقت وفاقی شرعی عدالت کے تاریخ ساز فیصلے کے خلاف حکومت کی حیلہ تراشیوں اور چور دروازوں کی جستجو کی کوششوں کے خلاف مظاہرے کئے گئے۔

اس سلسلے میں پشاور میں مقامی مشاورت کے دوران یہ طے پایا کہ یہ مظاہرہ شہر اور صدر دونوں

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

پیښور کښې د سردار اصف احمد علی خلاف مظاهره

ده دَ سود په مرسته کولو کفر کړيدے، دے په کانووېشتل پکار دي

حکمرانانو که اسلامي نظام نافذ نکړو نو د خدائے دَ غضب نه به بچ نه شي

پيښور (وحدت خبریال) دوزیر مملکت سردار آصف احمد علی له ارخه د سود پحقله په ځنو بیانونو عالمان را او پاریدل او سر کونوته را اووتل دے لړ کښې پرون د خالي په ورځ د تنظیم اسلامي د اهتمام لاندے قصه خوانئ کښې یو مظاهره اوشوه او جلوس اوویستلے شو دا جلوس د قاسم علي خان جومات نه اوویستلے شو چه مشرئ ئے نوموړو عالمانو ئوله جلوس کښې شریکو کسانو په د سود د لعنت د ختمولو د اسلامي نظام د نافذ کولو او د سردار آصف احمد علي د وفاقي کابینے نه د لرے کولو چغے وهلے. عالمانو وئیل چه سردار آصف احمد علي د سود مرسته کښې بیان ور کړے او کفر ئے کړے دے په دے وجه په کانو وېشتل پکار دے جلوس د قصه خوانئ بازار نه را روان شو او په خیبر بازار د راتیر بدو نه پس سونیکارنو چوک کښې ئے یو جلسه او کړه په دے موقع عالمانو خپل تقریر کښې د حکومت نه غوښتنه او کړه چه ټول کارونه د پریږدي اسلامي نظام د نافذ کړي او د سود پحقله د وفاقي شرعي عدالت فیصله د چیلنج نه کړے شي دوئي اووے چه اولس آئي جے آئي ته صرف او صرف د اسلامي نظام د نفاذ د پاره ووټونه ور کړي وو په دے وجه که حکمرانانو اسلامي نظام نافذ نه کړو نو د اولس نه علاوه د خدائے د غضب نه به بچ نه شي. عالمانو د ښار سینما گانو کښې د جاري فحاشئ او عریانئ سخته غندنه او کړه او نورے ئے اولګولو چه صوبائي انتظامیه په دے سنګینه مسئله غلے ده او دوئي ته په دے ناجائزه ګته کښې برابر برخه ور کولے شي.

پشتو اخبار روز نامہ وحدت پشاور میں مظاہرے کی خبر

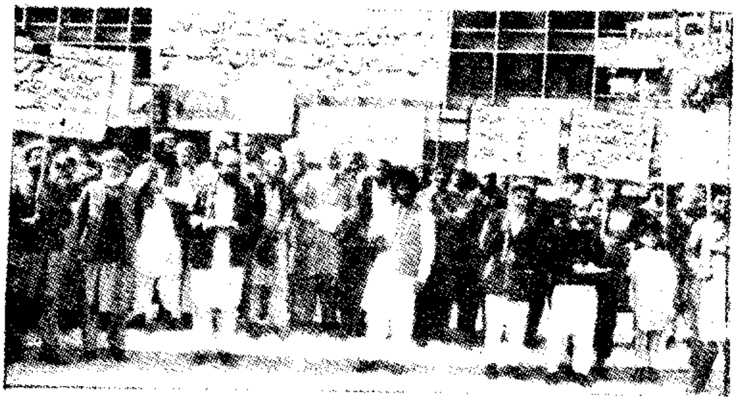

مقامی اخبارات میں مظاہرے کی تصویریں

خطوط آپ کے

عرض ہے کہ میں خود بہت کم پڑھا لکھا ہوں لیکن دل میں الحمد اللہ اسلام کی سربلندی کی تمنا رکھتا ہوں۔ اس گئے گزرے دور میں آپ نے ایک عظیم کام کا بیڑا اٹھایا ہے اللہ پاک آپ کو اس میں کامیاب فرمائے۔ میں اور میرا خاندان آپ کے ساتھ بھرپور تعاون کرنے کے لئے تیار ہیں ہمارا تن من اور دھن اگر خدا کے راستے میں قبول ہو جائے تو اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو گی اس لئے آپ سے استدعا ہے کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ نظام خلافت جیسا عظیم مقصد حاصل کرنے کے لئے ہمیں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں جس کے لئے وقتاً فوقتاً ہماری رہنمائی فرماتے رہیں ہم انشاء اللہ ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے اپنے آپ کو ہر وقت تیار رکھیں گے۔

اللہ یار نمبردار
موضع کھرل عظیم عقل جنڈی
ڈاکخانہ کوٹ سلطان ضلع لیہ

جب میں پاک فوج میں تھا تو آپ کے پی ٹی وی سے نشر ہونے والے مختلف دینی موضوع پر درس سنتا رہتا تھا۔ درصال اس وقت سے ہی میں آپ کے پاکیزہ صاف ستھرے اور اسلامی سانچے میں ڈھلے خیالات کا معترف ہو گیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد شائد آپ کی مرحوم صدر ضیاء الحق سے "کٹی" ہو گئی اور آپ پی ٹی وی کی سکرین سے غائب ہو گئے اور میں اپنی سروس کی تندی و تنگی میں کھپ کر رہ گیا مگر آپ سے روحانی لگاؤ آہستہ آہستہ سلگتا رہا۔ گزشتہ برس میرے چھوٹے بھائی حاجی فاروق زمان صاحب جو کہ شارجہ میں سروس کر رہے ہیں اور آپ کی تنظیم کے سرگرم رکن بھی ہیں، رخصت پر گھر آئے اور باتوں باتوں میں آپ کا ذکر خیر بھی چل نکلا۔ میں چونکہ روحانی طور پر پہلے ہی آپ کی طرف مائل تھا اور وقت کی کمی کے باعث آپ سے رابطہ قائم نہ رکھ سکا تھا بلکہ کر سکا تھا تو جب آپ کے بارے میں مفصل معلوم ہوا تو یہ دبی چنگاری بھڑک اٹھی۔ فاروق زمان آپ کا خطبہ سننے اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ لاہور جا رہے تھے چنانچہ میں نے ان سے عرض کیا کہ میرے نام ماہنامہ میثاق جاری کرا دیں۔ چنانچہ انہوں نے نہایت فرمانبرداری و عنایت سے ماہنامہ جاری کرا دیا۔ ماہنامہ باقاعدگی سے موصول ہو رہا ہے۔ آپ جب پنڈی اسلام باد یا گوجر خان آئیں تو بندہ غریب کو بھی یاد رکھیں۔ شاید میں قافلہ خلافت کو ذرا آگے بڑھانے میں کوئی مدد کر سکوں۔ مزید گزارش ہے کہ عہد نامہ تعاون کے ایک درجن فارم اور نظام خلافت کے خدوخال پر مشتمل چار ورقہ کی کاپیاں بھی ارسال کریں شکریہ۔

بشیر احمد ملک
پھروال سارو خان۔ تحصیل و ڈاکخانہ گوجر خان

محترم! ہم نے صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی رضا اور حضور کے اتباع کو مد نظر رکھ کر اور آپ کے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

'نظام خلافت'

تجلیات الٰہی کا اک حسیں مصدر — فروغ نور نبوتؐ کا دل ربا منظر
جمال نور نبوت کا ہے یہ آئینہ دار — اسی لئے ہے تمناؤں کا حسیں پیکر
خدا نے مجھ کو بنایا امیں خلافت کا — ہے جس کا جلوۂ رنگیں فروغ قلب و نظر
حسین پھول تمنا کے اس میں کھلتے ہیں — رہین دیدہ بینا ہے اس کا ہر منظر
جدا ہے سارے نظاموں سے اس کا طرز عمل — حیات رشک گلستاں بنے بہ حد نظر
اسے خدا نے تقدس کا نور بخشا ہے — سکوں طراز ہیں اس کے تمام بام و در
یہ غم ربا ہے ہر ایک مفلس و تونگر کا — ہے بے نیاز غم زندگی سے اس میں بشر
خدا کے حکم کا پابند حکمراں ہے یہاں — ہر ایک حکم ہے اس کا سکون کا مظہر
ہر ایک شخص ہے حقدار عدل کا اس میں — ملے گا عدل اسے جو بھی آگیا در پر
سکون قلب کا ضامن ہے یہ نظام عمل — نشاط روح کے مصدر ہیں اس کے شام و سحر
ہے بزم دہر میں روشن اسی کا عکس جمیل — یہی بشر کے ہے فوز و فلاح کا محور
خدا کے حکم کا تابع ہے یہ بہر صورت — نبیؐ کے حسن عمل کا ہے یہ حسین مظہر
کوئی نظام مقابل میں اس کے آنہ سکا — کمال وصف کا حامل ہے یہ حسیں پیکر
یہی ہے ضامن فوز و فلاح دنیا میں — لطافتیں ہیں اسی کے محیط بحر و بر
اسی کے سائے میں خوشیوں کا بول بالا ہے — لرزتے رہتے ہیں ہر آن ظلم کے خوگر
اسی کے در پہ ہے ہر آن رحمتوں کا نزول — یہی ہے قوم کے خستہ دلوں کا چارہ گر
نجات دیتا ہے مظلوم کو مصیبت سے — اسی کی مہر محبت ہے ثبت ہر دل پر
نفاذ اس کا ہوا تھا قرون اولیٰ میں — کمال حسن عمل تھا حیات کا محور
ہزار اس کے مخالف ہنود ہوں کہ یہود — خدا کے فضل سے رہجائیں گے وہ خاک بہ سر
مدد کرے گا بہر گام خالق اکبر — رہیں گے پشت پناہی پہ شافعؐ محشر

یہ بے مثال ہے اسرار اپنی فطرت میں
تمام اہل نظر اس کے ہیں ستائش گر!

اسرار احمد سہاوری